بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والعصر ۝ ان الانسان لفی خسر ۝

جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمٰن

مئی 2005ء ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

Scanned with CamScanner

آپ کی توجہ کیلئے !!

جامعہ عثمانیہ پشاور کے توسیعی منصوبہ میں حلقہ جلوزی علاقہ خٹک چراٹ روڈ نزد پبی میں پچپن کنال وسیع قطعہ اراضی پر دو ہزار طلباء کیلئے تدریسی، رہائشی اور دفتری عمارات کا مجوزہ نقشہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار نمازیوں کیلئے جامع مسجد ﴿عبداللہ ابن مسعود﴾ کے نام سے ایک وسیع اور خوبصورت مسجد بھی منصوبہ کا اہم حصہ ہے۔ سرسری جائزہ کے مطابق صرف مسجد پر (دو کروڑ) 2,00,00,000 روپے کی لاگت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیکر اس منصوبہ پر کام شروع کیا گیا ہے

کیا معلوم ؟ کہ آپ جیسے درد دین رکھنے والے بے لوث خادم دین مسلمان کی حلال آمدنی میں سے کچھ حصہ اس کے لئے قبول ہو کر آخرت سنوارنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس لئے آپ اس مقدس مشن میں اپنا حصہ نقد، سریا، سیمنٹ، باجری، ریت یا عمارتی لکڑی کی شکل میں ڈال سکتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس اہم خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

زیر سرپرستی

حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب زید مجدھم

مجلس ادارت

مدیر مسؤل
مفتی غلام الرحمٰن

نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت

مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمٰن

قانونی مشیر
نثار خان ایڈووکیٹ

مئی 2005ء ربیع الاول ۱۴۲۶ھ جلد ۱۱ شمارہ ۵

فہرست مضامین

صدائے عصر	اداریہ	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمٰن	۷
علم حدیث اور اس کے پڑھانے کے طرق	حضرت مولانا حسن جان	۲۰
دارالافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۲۹
کسب معاش اور گداگری	محمد ثاقب اشرف	۳۱
عصر حاضر کے تقاضے اور اہل علم کی ذمہ داریاں	مولانا محمد فاروق	۳۷
مدینہ منورہ کی مشہور مساجد	بابو شفقت قریشی	۴۴
اخبار الجامعہ	مولانا محمد فاروق	۵۲
تبصرہ کتب	محمد صالح / محمد فاروق	۵۴

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر۔ صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

پبلشر و دفتر مفتی غلام الرحمٰن نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ 15 روپے / زر سالانہ اندرون ملک 125 روپے بیرون ملک 25 ڈالر کی قیمت

Scanned with CamScanner

صدائے عصر

کتے کا کارٹون.......... تعظیم یا تحقیر؟

ایک فرضی تنظیم ''القاعدہ'' کے مبینہ بڑے رہنما ابوفرج کی گرفتاری کے موقع پر اخبار ''واشنگٹن ٹائمز'' نے ایک کارٹون شائع کیا ہے- جس میں پاکستان کو کتا بنا کر شکار کرنے پر امریکہ نے اس کو شاباش دے کر بڑے شکار کی توقع کر رہا ہے- پاکستانی کتا بنا کر امریکی اخبار کی جرأت پر کئی پاکستانیوں پر ناگواری کی حالت گزری- رسائل واخبار میں اس پر تبصرے ہوئے- اخباری اطلاعات کے مطابق غلام نے آقا سے بادل نخواستہ احتجاج بھی کیا ہے- لیکن تادم تحریر معلوم نہیں کہ امریکہ بہادر کا سرکاری طور پر اس پر کیا رد عمل ہے۔ لیکن ڈیموکریٹک پارٹی کے ایک رکن نے اس کارٹون پر تبصرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ

''امریکہ کی آزادی صحافت کو مدنظر رکھتے ہوئے واشنگٹن ٹائمز میں چھپنے والا کارٹون اخبار کی ذاتی رائے کے سوا کسی سیاسی اہمیت کا حامل نہیں- پاکستانی مختلف طریقوں سے اپنی نفرت کا اظہار کرتے رہتے ہیں- امریکہ اور اس کے صدر کے پتلے جلا کر، ان کے کارٹون بنا کر اپنے مشتعل جذبات کی تسکین کرتے رہتے ہیں۔ مگر امریکہ نے کبھی ہتک کا دعویٰ نہیں کیا- اس نے مزید کہا کہ کتے کے کارٹون پر پاکستان کا نام لکھنے سے پاکستان مراد نہیں بلکہ طنز اور سبق کا اظہار مقصود ہے کہ امریکی حکومت پاکستانی حکومت سے وہی کام لے رہی ہے جو ایک شکاری اپنے وفادار اور پالتو کتے سے لیتا ہے۔ کارٹون سے مراد پاکستانی عوام نہیں بلکہ اس کی حکومت کی جانب اشارہ ہے۔ اس کارٹون پر پاکستانی جوش میں آنے کی بجائے ہوش میں آئیں اور بُش پالیسی کی غلامی سے خود کو آزاد کرائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں- کہ کتا امریکی معاشرے کا اہم ممبر ہے۔ صرف اہمیت کے درجہ میں نہیں بلکہ قابل تعظیم فرد ہے- بوڑھی ماں اور ناتواں باپ سے نفرت ہو سکتی ہے- ان کو جوان بچوں کی عیاشی میں رکاوٹ بن کر اولڈ پیپلز ہاؤس کے حوالہ کرنے میں کوئی خرابی نہیں- لیکن کتا معاشرہ میں وہ مقام پیدا کر چکا ہے کہ اس کے لئے ہاسٹل کی بجائے گھر میں جگہ مخصوص ہوتی ہے۔ اس کو گوشت اور دوسری مرغوب غذائیں کھلائی جاتی ہیں۔ دودھ پلایا جاتا ہے- معلوم نہیں کہ شرابیوں کی محفل میں بھی شرکت پر پابندی ہے یا نہیں۔ تاہم اگر نشہ کا سرور بنیادی حق ہو تو پھر کتے کو محروم رکھنا بے انصافی ہوگی۔ اس سے کسی کا انکار نہیں کہ کتا اس ترقی یافتہ معاشرے کا ہم مشرب اور ہم نوالہ ہے۔ ہاں اسلامی معاشرہ میں بدقسمت کتے کو وہ مقام حاصل نہیں بلکہ روایات کی رُو سے اسلام کے ابتدائی ایام میں قتل کلاب کی تحریک میں معلوم نہیں، کتنے کتے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ اس کے ساتھ کھانے پینے کی اجازت تو درکنار بلکہ جس برتن سے کتے کو چاٹنے کا موقعہ ملے- وہ برتن سات دفعہ دھونے اور ایک دفعہ مٹی کے استعمال کے بغیر کہاں صاف ہوتا ہے؟ بعض ائمہ کے نزدیک سات دفعہ نہ سہی لیکن کم از کم تین دفعہ دھونا لازم ہے۔ ٹھیک، ہے چوکیداری کے حق سے انکار نہیں- زراعت یا بھیڑ بکریوں کے تحفظ کی نیت سے کتے رکھنے میں کوئی حرج نہیں- لیکن بیڈروم میں کتے کا داخلہ یا صوفہ اور کرسی پر ہم نشینی کا حق کبھی نہیں دیا جاتا۔ شکار کے لئے بطور آلہ استعمال کی گنجائش ہے- لیکن وہ بھی تعلیم کی برکت ہوتی ہے ورنہ کتا اس حوالے سے کہ ''یہ کتا ہے'' شکار میں بھی قبول نہیں۔ چنانچہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا-- جس نے کتا پالا- اس کے نامہ اعمال سے دو قیراط کی کمی واقع ہوگی۔ گویا کتا اسلامی معاشرہ کا ایک مبغوض اور قابل نفرت جانور ہے اور بعض کے نزدیک نجس العین ہے۔

شاید امریکی کارٹون میں پاکستان کو کتے کے نام سے یاد رکھنے میں محبت کا جذبہ پنہاں ہو- آخرکار پاکستان بھی امریکہ کے لئے کتے کی طرح وفاداری کی دُم ہلاتا ہے۔ کتا اپنے مالک کے لئے اپنے ہم جنس اور ہم نوع سے لڑائی کرنے اور اس کو مارنے میں وفاداری سمجھتا ہے۔ اس کو

آقا سے وفاداری کے لئے جان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں ہوتی۔ پاکستان نے بھی
ہے۔ افغانستان کی تباہی کا سہرا پہلے پاکستان بعد میں امریکہ کے ہند سے گا۔ پاکستان نے
وفاداری کی حد کی۔ پچیس سالہ پالیسی پر صرف امریکہ کی خوشنودی کے لئے یوٹرن لینا کوئی
قربانی نہیں۔ اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے مجاہدین کو چن چن کر قتل کرنا اور
(القاعدہ) کا ممبر ثابت کرا کر دہشت گرد کے نام سے امریکہ کو پیش کرنا۔ وفاداری
ہے؟ یہ شیر کا کام نہیں بلکہ کتے کی خصلت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے ہم جنس اور ہم نوع اور قوم
کی خوشنودی کے لئے دبا دیتا ہے اس کے باوجود امریکہ پاکستان کو کتا نہ سمجھے تو کیا سمجھے
سے تشبیہ دینا تو خود اس لفظ کی توہین ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے چاہیئے کہ پاکستانی
ان کے بارے میں آقا بہادر نے بخل سے کام نہیں لیا بلکہ انصاف پسندی سے کام لیتے
وہی مقام دیا۔ جس کا اس کو حق تھا۔

معلوم نہیں کہ روشن خیال طبقہ کا ردعمل اس پر کیا رہا۔ شاید وہ اخبارات کے
ت اور ادارتی نوٹس یا پارلیمنٹ میں تحریک استحقاق پیش کرنے کو دقیانوسی سمجھے۔ اور
رسمی احتجاج کو بے وفائی کا زینہ قرار دے۔ اگر حکمران پارٹی اس کو کسوٹی کے طور پر استعمال
روشن خیالی کا معیار قرار دے۔ تو اس سے بہت مسائل حل ہو سکے۔ ان کے نزدیک
کستان کو کتا کہنا گوارا نہ ہو۔ وہ یقیناً دقیانوس، قدامت پسند اور دنیا کی ترقی سے بے خبر
ایسے لوگ ملک کی پسماندگی اور درماندگی کے ذمہ دار قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ پاکستان
آپ کو کتا کہنے پر فخر محسوس کرے۔ تو امریکہ ایف سولہ طیاروں کی سپلائی میں مزید آسانی
سکتا ہے۔ ورلڈ بینک اور دوسرے عالمی ادارے روشن خیالی کو دیکھتے ہوئے اپنی توجہات اس
پر مرکوز رکھے اور فیاضی سے کام لیتے ہوئے تقدیر بدل سکتے ہیں۔ ممکن ہے۔ یہی پاکستان
لئے ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں جگہ کا ذریعہ ثابت ہو۔ بلکہ سلامتی کونسل کے ممبر
طاقت کی گنتی میں جانے کا بھی امکان ثابت ہو۔ پھر اس سے انکار کرنا ملک سے زیادتی

اگر حافظہ خراب نہ ہو۔ یا قدامت پسند لوگوں کے جذباتی نعروں سے رویہ میں تبدیلی
آئی ہو تو ہم کیوں اس تصویر سے چشم پوشی کریں جس میں حکمرانوں نے امریکہ سے قرب
کرنے کے لئے کتے کو پیٹنے سے اکاگر اخبارات میں تصویر چھپوا کر وفاداری کا ثبوت دیا۔ اسکے
محنتیں ہوئیں۔ اور شاید یہی محنتیں رنگ لائیں۔ اس لئے کہ امریکہ نے پاکستان کو کتا سمجھ کر کا
کے ذریعہ دکھلا یا دیا۔ میرے خیال میں امریکہ اگر پھر بھی پاکستان کو کتا نہ کہتا یقیناً زیادتی
کہا جاتا ہے۔ کہ کتے کی طبیعت میں کچھ چیزیں پالتو جانوروں سے لیکر ودیعت کے طور پر
ہیں۔ اور کچھ چیزیں درندوں کی ہیں۔ اول الذکر خوبیوں کے حوالہ سے کتا اپنے مالک سے
وفاداری کا دم بھرتا ہے۔ اور درندگی سے مالک کے دوست اور دشمن میں امتیاز سے قاصر
ہے۔ بلکہ طبعی تقاضوں کی تکمیل کے لئے سب کچھ جائز سمجھتا ہے۔ اس حوالہ سے کل کے مجاہد کو آج
گرد قرار دیکر حوالہ کرنے پر اگر امریکہ پاکستان کو کتا نہ سمجھے۔ تو اور کیا سمجھے گا۔ کیونکہ یہ کام
نہیں ہاں گیدڑ سے تشبیہ کی گنجائش ضرور تھی۔ کہ ڈرپوک اور بزدل ہو کر مقابلہ کی جرأت نہ ہو
بزدلی میں کسی بھی صورت کو اختیار کرنے میں جھجھک محسوس نہ کرے۔ اور ڈر کی وجہ بھاگنے میں عا
سمجھے۔ لیکن اس تشبیہ پر پاکستان کا پورا اترنا مشکل تھا۔ کیونکہ پاکستان کے لئے امریکہ سے بھا
ممکن نہیں اور نہ کوئی جگہ پناہ کی ملتی ہے۔ اس میں عافیت بھی ہے کہ پاکستان اپنے آپ کو کتا
ثابت کرائے۔

نظریہ ضرورت کے تحت ہمارے آئینی فیصلے ہوتے ہیں اور ملکی پالیسی مرتب ہوتی ہے
اس کا بھی امکان ہے کہ ہم نظریہ ضرورت کے تحت غیرت وحمیت کو ایک طرف رکھ کر حالات سے
سمجھوتہ کرتے ہوئے روشن خیالی کا ثبوت دیں۔ لیکن تاریخ کی ستم ظریفی سے بھی چشم پوشی کرنا
مناسب نہیں۔ تاریخ نہ کسی سے ڈرتی ہے اور نہ کسی کا لحاظ رکھنے کی قائل ہے۔ وہ میر جعفر اور
میر صادق کو آج غدار کہہ رہی ہے صرف کہا نہیں بلکہ ثابت کرا کر منوا رہی ہے۔ جبکہ یہ لوگ بھی

محاسن - یہ دوسرے رکاوٹ کا دفعیہ ہے- کہ دفاعی اقدام اگر اشہر حرم میں کرنا پڑے، اس سے تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں- عزت کے مہینوں کا تقدس اس وقت قابل رعایت ہے- جب دوسرے لوگ ان کا خیال رکھیں کیونکہ قابل تعظیم امور میں عظمت کی رعایت باہمی برابری کی بنیاد پر ہے- جب کوئی تمہاری عزت و ناموس پر ان مہینوں میں حملہ آور ہو تو پھر تمہیں بھی ان کے مقابلے میں دفاعی اقدام کرنے کی اجازت ہے- لیکن اس میں بھی تمہیں خوف خداوندی اور تقوی سے کام لینا چاہیے- کیونکہ اللہ تعالی کی مدد ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو اللہ تعالی سے ڈرتے ہیں-

دستوری تقاضے:

قرآن مجید انسانی معاشرہ کی فلاح و کامیابی کے لئے قابل عمل نظام حیات کی کھلی کتاب ہے- آپ زندگی کے ہر شعبہ کے مسائل کا حل اس سے نکال سکتے ہیں- یہ آیت تین اہم دفعات کی حامل ہے-- جس سے معاشرہ میں امن و پائیداری پیدا ہوتی ہے-

(۱) ﴿الحرمت قصاص﴾ یعنی قابل تعظیم چیزوں کا بدلہ برابری کی بنیاد پر ہے- اس سے معاشرہ کے توازن کو برقرار رکھنے کے لئے بڑے مواد پائے جاتے ہیں- انسان کی جان، مال، عزت اور نسب سب قابل تعظیم ہیں- یہی وجہ ہے کہ ان کے تحفظ کے لئے حدود مقرر ہیں- جو ان قابل تعظیم امور کا تقدس پائے مال کرے ان کو کڑی سزا دی جائے گی- لیکن جو کسی دوسرے کی جان کے تقدس کا خیال نہ رکھے تو اس کی اپنی جان کا تقدس باقی نہیں رہتا- اگرچہ یہ حکم اشہر حرم کے تقدس کے بارے میں تھا- لیکن اس سے عام مراد لیکر یہ قانونی جزئیات نکالی جاسکتی ہیں-

(۲) فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل مااعتدی علیکم - اس سے یہ حکم نکلا کہ معاشرہ میں رہتے ہوئے انسان کے لئے ظلم کے خلاف قدم اٹھانے کا حق حاصل

ہے- جو زیادتی کسی پر کیگئی - ردعمل کے طور پر اس کا بدلہ لینے کا حق انسان کو حاصل ہے- تاہم اس میں ظلم و زیادتی سے بچنا ضروری ہے- گویا یہاں انسان کو جو حق دیا جا رہا ہے وہ محدود ہے- ردعمل کے طور پر جو کاروائی کی جاتی ہے- یا جس کا ذکر دگی میں انتقامی جذبہ پنہاں ہو- وہاں پر زیادتی اور تجاوز ناقابل برداشت ہے- یہی تو انصاف کا تقاضا ہے کہ کسی حالت میں بھی کسی پر زیادتی نہ ہو-

(۳) ﴿ان اللہ مع المتقین﴾ اخلاقیات کی ترغیب کے لئے خدا ترسی اور خوف خداوندی کے حسین جذبہ کی آب یاری کی جا رہی ہے- جب انسان کے دل میں اللہ تعالی کا خوف ہو وہ مرضیات ربانی کا طالب ہو کر منکرات سے دامن بچائے تو اللہ تعالی کی معیت کے حسین مرتبہ سے سرفراز ہوگا - اللہ تعالی کی رفاقت یا اللہ تعالی کی نصرت کے حصول کے لئے اکسیر نسخہ یہ ہے کہ وہ تقوی کو اپنا شعار بنائے-

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین o

ترجمہ- اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرو اور خود اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو- نیکی سے پیش آؤ- یقیناً اللہ تعالی نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے-

محاسن - جہاد کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا جا رہا ہے- کیونکہ جہاد کے لئے مالی قربانی بھی ضروری ہے- اس موقعہ پر جہاد کا تذکرہ تفصیلی اور اس کے مقابلہ میں انفاق کا تذکرہ اجمالی ہے- سورت کے آخر میں انفاق کا تذکرہ تفصیلی اور جہاد کا اجمالی ہوگا-

(۱-۲) اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا اگر خرچ نہیں کرو گے- تو دشمن تمہارے مقابلہ میں حملہ آور ہو کر تمہیں صفحہ ہستی سے مٹائے گا- کہیں تمہاری یہ تباہی تمہارے کردار کا نتیجہ ثابت نہ ہو- اس لئے مسلمانوں کو مستقبل کی

Scanned with CamScanner

منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔

دشمن کے مقابلہ میں پاؤں پر پاؤں ڈال کر لیٹنا خودکشی کے مترادف ہے۔ اس لئے اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈالنے کا مقصد یا تو ترک جہاد ہے اور یا ترک انفاق ہے۔ اور دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ اسلام کی سربلندی کے لئے دونوں کی ضرورت ہے۔ عام مفسرین ان دونوں توجیہات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔

(۳) تیسری توجیہہ یہ بیان کی گئی ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے میدان میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لو۔ جذبات میں آ کر تمام مال خرچ کرنا دانشمندی نہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ﴿والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما﴾ یعنی اچھے لوگ خرچ کرتے وقت زیادتی یا کمی کے شکار نہیں ہوتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان میانہ روی سے کام لیتے ہیں۔ لیکن ایسی صورت میں حکمنامہ عوام کے لئے ہے ورنہ خواص سب کچھ کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

(۴) بعض مفسرین اس سے زادراہ کے بغیر جہاد کرنا مراد لیتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کر کے زادراہ لیکر نکلو۔ اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں۔ اسباب اختیار کر کے مسبب الاسباب پر اعتماد رکھنا توکل ہے۔ بغیر اسباب کے نکلنا خود اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔

(۵) یہ مراد بھی لی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کرتے وقت اخلاص اور خداترسی کا مظاہرہ کرو۔ ورنہ ریاکاری سے مال ضائع ہوگا۔ انفاق کے بعد ریاکاری یا جتلانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

(٦) اہل دل کی نظر ذرا اور گہری جگہ تک پہنچے۔ کہ خرچ کرتے وقت اللہ تعالی کی ذات سے بہتری اور کامیابی کی امید رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالی کی رحمت سے ناامیدی جان کی ہلاکت ہے۔

عبدیت کو اپنا شعار بناؤ۔ ایک طرف اعمال کر کے دربار خداوندی سے ان پر بہتر نتائج مرتب ہونے کی امید رکھو۔ لیکن دوسری طرف اس سے ڈرتے رہو۔ عبدیت ان دونوں مراتب کے جمع کرنے کا نام ہے کہ ایک طرف خوف ہو اور دوسری طرف امید۔

(۷) ایک توجیہہ یہ بھی کی گئی ہے کہ اس کا تعلق ﴿الشھر الحرام بالشھر الحرام﴾ سے ہو۔ یعنی عزت کے مہینوں کا خیال رکھیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ ان کے تقدس کی رعایت تمہاری تباہی اور خودکشی کا ذریعہ ثابت نہ ہو۔ تم ان کی رعایت کی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر دشمن کو زیادتی کا موقعہ فراہم نہ کریں۔

انفاق کے ساتھ اللہ تعالی نے ﴿احسان﴾ کا حکم دیا۔ عام مفسرین اس کو نیکی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس مفہوم میں اگرچہ وسعت پائی جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی میانہ روی، اعتدال یا گذشتہ توجیہات کی رو سے مثبت پہلو اختیار کرنا بڑی نیکی ہے۔

واتموا الحج والعمرة للہ فان احصرتم فما استیسر من الھدی ولا ~~تلحقوا~~ تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محله۔ فمن کان منکم مریضا او به اذی من راسه ففدیة من صیام او صدقة او نسک ۔ فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الھدی۔ فمن لم یجد فصیام ثلاثة ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام واتقوا الله۔۔ واعلموا ان الله شدید العقاب۔

ترجمہ۔ حج اور عمرہ کو اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے پورا کرو۔ اگر کہیں تمہیں ان کے پورا کرنے سے روکا گیا، بغیر کسی پریشان ہونے کے تو جو قربانی میسر ہو۔ بھیج دو۔ سر کے بال اس وقت تک نہ منڈواو۔ جب تک قربانی اپنی مقررہ جگہ تک نہ پہنچے۔ ہاں جو تم میں سے بیمار ہو یا سر کی تکلیف کی وجہ سے مقررہ وقت سے پہلے بال کٹوائے تو اس کے بدلہ میں روزے،

Scanned with CamScanner

صدقہ یا قربانی لازم ہے- جب تمہیں امن نصیب ہو اور حج کے سفر میں عمرہ کا فائدہ اٹھائے حسب مقدور قربانی دے- اگر قربانی میسر نہ ہو- تو تین روزے حج کے دوران رکھ کر سات روزے حج سے فراغت کے بعد رکھے- یہ دس روزے قربانی کا پورا بدلہ ہے- سفر حج میں ... کی رعایت ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ کا رہائشی نہ ہو- اللہ تعالی کے بیان کردہ احکام کی خلاف ورزی سے بچو اور یقین رکھو- کہ وہ سخت سزا دینے والا ہے-

محاسن -

مناسبت - حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں دوسری بار امر مصلح کا تذکرہ ہو رہا ہے ... جیسی عبادت سے جب انسان کی تربیت ہو، جان و مال کی قربانی پیش کر کے محض اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے مکہ کا سفر کیا جائے تو یہ معاشرتی اصلاح میں بڑا ممد و معاون ثابت ہوگا۔ حاجی ہی سے معاشرہ میں تعمیری کردار کی توقع کی جاتی ہے-- جس سے امور انتظامیہ درست ہو کر جہاد کے لئے فضا ہموار رہے گی-

قریب آیات سے مناسبت یہ ہے کہ جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ سے دشمن اسلام کی سرکوبی ہوگی - اور مسلمان دشمن کے خطرہ سے محفوظ ہو کر یکسوئی اور دلجمعی سے بیت اللہ میں عبادت کر سکتا ہے- جہاں کہیں حج یا عمرہ کی سعادت کا موقعہ ملے تو ان احکام کی رعایت ضروری ہے- سفر حج کے یہ احکام اٹھ آیات میں بیان ہو رہے ہیں- اس آیت میں حج اور عمرہ کے سفر کے بارے میں چار باتوں کا تذکرہ ہو رہا ہے-

(۱) حج وعمرہ کا اہتمام-

(۲) کسی رکاوٹ پیش آنے پر متعلقہ احکام کی تصریح-

(۳) بیماری کے اثرات-

(۴) حالت امن میں حج کی قسمیں اوران کے احکام

حج وعمرہ کا اہتمام-

حج انسانی تاریخ کی قدیم عبادت ہے- ایسا ہی عمرہ کا تصور بھی مشرکین کے ہاں موجود تھا- تاہم معاشرتی حوالہ سے مشرکین حج وعمرہ جیسی عبادت کو شرک کی آلودگیوں سے محفوظ نہ رکھ سکے- احرام باندھتے وقت اور خود حرم کے اندر شیطان کے سکھلانے پر ایسے افعال کا ارتکاب کوئی جرم نہیں سمجھتے تھے-- جن سے اللہ تعالی کی توحید اور انسانی اقدار کی پائے مالی یقینی تھی- اسلام نے حج اور عمرہ کی عبادت باقی رکھی- لیکن اس میں تبدیلی لاکر توحید ربانی کے مظاہر کے طور پر اس کو باقی رکھا- چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ حج اور عمرہ محض اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی کے لئے پورا کرو-

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے- جو فرض ہے- اس کی فرضیت ﴿وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا﴾ سے ثابت ہے- البتہ عمرہ کے بارے میں عبداللہ بن عباسؓ، علیؓ، عمرؓ جیسے اکابر صحابہ کرام بھی وجوب کی رائے رکھتے ہیں - ائمہ مجتہدین میں سے امام احمد اور امام شافعیؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ عمرہ واجب ہے- لیکن عبداللہ بن مسعودؓ اور جابرؓ عمرہ کو سنت سمجھتے ہیں- احناف بھی اس رائے پر اعتماد کر کے کہتے ہیں کہ عمرہ سنت ہے کہ کسی نے موقعہ میسر ہونے پر کیا تو اچھی بات ہے- احناف کی نظر حضرت جابرؓ کی اس روایت پر ہے-- جس سے امام ترمذی نے نقل کی ہے- ﴿ان رجلا سال رسول اللہ عن العمرۃ اواجبۃ ھی قال : لا وان تعتمروا خیرلکم﴾ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے بارے میں پوچھا کیا یہ ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا عمرہ کرنا تمہارے لئے ایک بہتر عمل ہے-

البتہ آیت میں جہاں حج اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے- اس سے عمرہ کی فرضیت اور وجوب لازم ہیں- کیونکہ اس میں اتمام کا حکم دیا گیا ہے- یہ اس وقت ہے جب

Scanned with CamScanner

ایک عمل شروع ہو عبادات میں اس کے تقدس اور عظمت کی رعایت اس لئے ضروری ہے
ایک عمل جب شروع ہو اس کو پایہ تکمیل تک پہنچائے بغیر نہ چھوڑے ادھورا چھوڑنا ناپ
پسند ہے۔

احناف ؒ کے ہاں ایک عام دستور ہے کہ ﴿لزم النفل بالشروع﴾ یعنی
ضروری عمل بھی شروع کرنے سے ضروری بن جاتا ہے۔ ایک شخص اگر دو رکعات نفل کی
کرے۔ کسی عذر کی وجہ سے یہ نماز پوری نہ کر سکے۔ آئندہ کے لئے اس شخص کی ذمہ داری
ہے کہ وہ مستقل دو رکعات پڑھے۔ ابھی یہ نفل نہیں بلکہ واجب کے حکم میں شمار ہوگا۔
عمرہ یا کہیں نفلی حج ہو۔ احرام باندھنے کے بعد ان کو پورا کرنا ضروری امر ہے۔

احصار کی حقیقت اور اس کے احکام۔

اگر سفر حج میں کوئی رکاوٹ پیش ہو جس کی وجہ سے حج یا عمرہ کا پورا کرنا ممکن
رہے۔ مثلاً دشمن حائل ہو کر مسلمان کو یہ موقعہ نہ دے کہ وہ جا کر حج اور عمرہ ادا کر
شریعت کی اصطلاح میں اس کو ﴿احصار﴾ کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں قربانی خرید کر
جائے جب یہ قربانی حرم کی حدود میں پہنچ کر ذبح ہو تو یہ شخص سر کے بال منڈوا کر حلال
جائے گا۔ البتہ آئندہ کے لئے یہ فریضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ یعنی قضا لازم ہے۔

احصار کے مسئلہ میں فقہ شافعی کی رو سے احصار صرف دشمن کے روکنے تک
ہے۔ یعنی دوسرے اسباب کی وجہ سے اگر کوئی انسان رک جائے تو اس کو احصار میں شمار
کیا جائے گا۔ کیونکہ صلح حدیبیہ کی موقعہ پر صحابہ کرام کو احصار کی صورت میں مراعات
ہیں۔ یہ رکاوٹ دشمن کی وجہ سے تھی۔ تو احصار میں یہی معتبر ہے۔ ایسا قربانی حدود حرم
بھیجنے کی ضرورت نہیں بلکہ جہاں کہیں احصار ہو۔ وہی قربانی ذبح کر کے جان فارغ کر
کیونکہ ﴿حتی یبلغ الھدی محلہ﴾ میں ظرف زمان مراد ہو کر زمانے کی رعایت

ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک احصار صرف دشمن کی وجہ سے لازم نہیں بلکہ بیماری یا کسی دوسرے رکاوٹ کی وجہ سے بھی ممکن ہے۔ مثلاً آج کل کوئی شخص امیگریشن کے قوانین کی وجہ سے حج یا عمرہ احرام باندھنے کے بعد ادا نہ کر سکے تو اس کو ﴿محصر﴾ کہا جائے گا۔ ایسی صورت میں مکہ فون کر کے کسی شخص کے ذریعہ قربانی کرانے کے بعد حلال ہوگا گویا احناف کے نزدیک ﴿محلہ﴾ سے ظرف مکان مراد ہے۔ اور ﴿جائے حلال﴾ سے حدود حرم مراد ہے۔ قربانی کا بھیجنا ضروری امر ہے۔ حدیبیہ کے موقعہ پر بھی صحابہ نے جہاں قربانی کی شاید وہ جگہ میقات کے اندر ہو کر حرم کے حدود میں شامل تھی۔

بیماری کے اثرات۔

حج کے احکام میں سے یہ ضروری ہے کہ احرام کے بعد کوئی شخص زیب و زینت اختیار نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عشق میں دیوانہ حال ہو کر دو بغیر سلے ہوئے کپڑے بے ڈھنگ بدن پر ڈال دے۔ سر اور مونچھ کے بال کو نہ چھیڑے۔ دیوانہ وار ہو کر کبھی بیت اللہ، کبھی منیٰ اور کبھی عرفات کے صحرا میں ﴿لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک﴾ کی صداؤں سے ماحول کو زندہ رکھے، لیکن خدانخواستہ کسی عام بیماری یا سر کی تکلیف کی وجہ سے منڈوانے کی ضرورت پڑے تو جنایت کے ارتکاب کے بعد فدیہ کے طور پر روزہ، صدقہ یا قربانی میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اگر روزے رکھنے کو ترجیح دے تو تین روزے رکھنے ہوں گے۔ ورنہ چھ مساکین کو فدیہ کے طور پر گندم دینے میں ہر ایک کو آدھا صاع یعنی ایک سو چالیس تولہ گندم دیدے اور یا کوئی بکرا خرید کر صدقہ کرے۔

حج و عمرہ کے اتمام کا جو حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر کسی جنابت کے اس عبادت سے ذمہ فارغ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالہ سے ایک روایت پائی

Scanned with CamScanner

جاتی ہے کہ حج کا اتمام طواف زیارت کرنے سے اور عمرہ سعی کرنے کے بعد جب حلق یا قصر ہو تام متصور ہوگا۔ بعض مفسرین کے نزدیک حج وعمرہ کا اتمام اس میں مضمر ہے کہ سفر کے اخراجات میں حرام مال کی آمیزش نہ ہو۔ محض حلال کی آمدنی سے یہ مقدس سفر ادا ہو۔

اقسام حج اور مسافر کے لئے خصوصی مراعات۔

شریعت نے حج کرنے میں یہ رعایت دی ہے کہ ایک شخص یہ سفر صرف حج کے لئے کرے۔ عمرہ نہ ہو بلکہ احرام باندھنے کے بعد طواف اور سعی کے بعد احرام میں رہتے ہوئے آٹھویں ذی الحجہ منی جائے۔ رات گزار کر نویں تاریخ کو عرفات کے میدان میں غروب آفتاب سے وقوف کرنے کے بعد رات مزدلفہ میں گزار دے۔ اور دسویں ذی الحجہ کو رمی کرکے حلق کرنے کے بعد طواف زیارت کی سعادت حاصل کرے۔ یوں اس کا حج مکمل ہوگا۔ اس کو حج افراد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک سفر میں حج اور عمرہ دونوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس میں اگر عمرہ کے بعد حلال ہو کر منی جائے۔ وقت حج کے لئے دوبارہ احرام باندھے تو اس کو حج تمتع کہا جاتا ہے۔ اور اگر درمیان میں عمرہ سے حلال نہ اس ایک احرام سے دونوں کی نیت کر کے حج اور عمرہ ادا ہو تو اس کو ﴿قران﴾ کہا جاتا ہے۔ جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہر ایک قسم اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔ لیکن احناف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ قران کی نیت ہو کیونکہ یہ بات راجح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں جو فرض حج ادا کیا ہے۔ وہ قارن تھے۔ مزید براں اس میں مشقت بھی زیادہ ہے۔ اس لئے دوسری قسموں کی نسبت سے قران زیادہ بہتر ہے۔ تمتع اور قران کی صورت میں جب دو عبادتیں ایک سفر میں ادا ہوں تو اس پر اللہ تعالی کے شکر ادا کرنے کے لئے قربانی کرنی ہوگی۔ احناف کے نزدیک چونکہ یہ دم شکر ہے۔ اس لئے خود حاجی بھی اس قربانی سے کھا سکتا ہے۔ البتہ جن حضرات کے نزدیک دم تمتع یا قران میں جنایت کا احتمال ہو کی

جنایت قرار دے تو پھر صدقہ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ حرم کی حدود میں رہنے والے کسی وقت عمرہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے ایک سفر میں دونوں عبادتیں ایک احرام یا دو احرام کے ساتھ ادا کرنے کی یہ رعایت آفاقی یعنی بیرون سے آنے والوں کے لئے ہے۔ میقات کے اندر جہاں بھی واقع ہو۔ احناف کے نزدیک ان تمام کیلئے تمتع یا قران کی رعایت حاصل نہیں۔ یہ لوگ پھر بھی اگر تمتع یا قران کریں تو ان کی قربانی میں پھر یقیناً دم جنایت رہے گی۔ ہاں اگر کسی شخص کو قربانی کی استطاعت نہ ہو تو پھر اس کے بدلہ دس روزے رکھنے ہوں گے۔ جن میں تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے حج کے احکام سے فارغ ہونے کے بعد رکھے۔ یوں دس روزے قربانی کا نعم البدل ثابت ہوں۔

حج اور تقوی کی اہمیت۔

ویسے تو ہر ایک عبادت میں غفلت نا قابل معافی جرم ہے۔ لیکن حج میں خصوصی طور پر یہ کہا گیا ہے کہ جان بوجھ کر اللہ تعالی کے مقرر کردہ احکام سے خلاف ورزی سے جان بچانا تمہاری بنیادی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر خلاف ورزی کرتا ہے۔ اللہ تعالی کو یہ گوارا نہیں۔ وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

رمضان میں بظاہر یاد دھانی کا کوئی ذریعہ نہیں پایا جاتا۔ اس لئے وہاں بھول چوک قابل برداشت ہے۔ لیکن نماز اور حج دونوں ایسی عبادتیں ہیں جہاں قصداً و عمداً کوئی خلاف ورزی تو درکنار بلکہ بھول کر بھی کسی حکم میں کمزوری دکھانا نا قابل برداشت ہے۔ کیونکہ مخصوص ہیئت اور لباس کے ہوتے ہوئے کوئی ایسا قدم اٹھانا مناسب نہیں۔ جس سے حج وعمرہ کا تقدس مجروح ہو اور یا اس کی مقررہ حقیقت باقی نہ رہے۔

Scanned with CamScanner

علم حدیث اوراس کے پڑھانے کے طرق

شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان صاحب
ناقل۔ مفتی محم الرحٰمن

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ سيد الانبياء والمرسلين.

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم

میرے محترم بھائیو!

میرے لئے بھی یہ بات باعث عزت ہے۔ کہ آپ جیسے بہترین لوگوں کی محفل میں شرکت کا موقع مل رہا ہے۔ شاید ان اساتذہ کرام کے ساتھ مجھے بھی آپ شامل کریں۔ ... اساتذہ کو آپ دعاؤں میں یاد کرتے رہتے ہیں۔ تربیتی کورس کے لئے تو اچھی تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن مصروفیات کچھ اس طرح ہیں۔ کہ زیادہ فرصت نہ مل سکی۔

تمہیدی کلمات:

میں اپنے تجربے اور معلومات کی روشنی میں چند تمہیدی باتیں عرض کروں گا۔ ... موضوع چونکہ ’’علم حدیث‘‘ ہے۔ اس لئے آپ سے عرض ہے۔ کہ چند چیزوں کا اہتمام کریں۔

(۱) احادیث کے درس سے پہلے اخلاقی تربیت کی ضرورت ہے۔ اپنی اور طلبہ کی ... اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور طلبہ سے کہنا چاہیئے کہ ہمارے اس علم کے دو مقاصد ہیں ... اپنی اصلاح کی فکر کرنا اور دوسرے درجہ میں لوگوں کی اصلاح کی نیت کرنا۔ درس، امامت ... نوکری کا حصول ہمارا مقصود نہیں۔ اگر یہ چیزیں مل جائیں۔ تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن مقصود ... نہیں۔ اسی وجہ سے احادیث کی کتابوں کی ابتداء میں ’’انما الاعمال بالنیات...‘‘ ذکر ... ہے۔ نیت انجن ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہو تو تمام اعمال درست ہونگے۔

(۲) دوسرا یہ کہ خود بھی شکر ادا کرو اور طلبہ سے بھی کہا کرو کہ وہ شکر ادا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس میدان میں قبولیت عطا فرمائی۔ اور ایسے علم کے حصول کے لئے ہمارا انتخاب فرمایا۔ جس کے ذریعے دنیا اور آخرت کی حقیقت کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ اور دونوں جہانوں کی سعادتیں اسی علم پر مبنی ہیں۔ آخرت کی خوشی تو لازمی بات ہے کہ دین میں ہے۔ لیکن خدا کی قسم، دنیا کی خوشحالی بھی علم میں رکھی گئی ہے۔ آپ کو جو لوگ بظاہر خوشحال نظر آتے ہیں۔ ان کو حقیقت میں سکون حاصل نہیں۔ بڑے بڑے نواب لوگ ہوتے ہیں۔ ساری رات ان کو نیند نہیں آتی۔ ہاتھ میں کلکولیٹر لئے حساب کتاب کرتے ہیں۔ کہ خرچ کتنا ہوا اور آمدن کتنی ہوئی۔ اور پھر خواب آور ادویات استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے آپ لوگ ہر وقت شکر ادا کرتے رہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ جس میں سکون اور اطمینان ہے۔

(۳) تیسرا یہ کہ آپ سبق پڑھائیں یا مطالعہ کریں تو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کریں۔ میں نے اپنے استاد حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ سے سنا ہے۔ (یہ بات آپ نے درس میں ارشاد نہیں فرمائی تھی بلکہ میری اصلاح کے لئے تنہائی میں مجھ سے کہی تھی) کہ ’’جب میں درس دیتا ہوں تو پھر تنہائی میں توبہ کرتا ہوں کہ اے خدا اگر اس عمل میں تیری رضا کے بغیر اور تیرے دین کی نشر و شاعت کے بغیر کوئی دوسری نیت آئی ہو تو اس سے میری توبہ ہے۔‘‘ جو آدمی سچی توبہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ برائیوں کو نیکیوں سے تبدیل کرتے ہیں۔ اس دفعہ حج میں ایک سوڈانی عورت کی آواز سننے میں آئی وہ دعا کر رہی تھی۔ ﴿اللهم بدل سيئاتى بالحسنات﴾ اے اللہ میرے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے۔ اس دعا کا مجھ پر بڑا اثر ہوا کہ سادھے الفاظ میں کتنی خوبصورت دعا کی۔ ہم لوگوں کو احادیث پڑھاتے ہیں۔ اور اس طرف دھیان نہیں جاتا۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک دفعہ راستے پر چلتے ہوئے دیکھا کہ ایک شخص جا رہا ہے اور راستے میں جو بھی کوئی ضرر رساں چیز پتھر وغیرہ سامنے آتا ہے۔ تو لات مار کر اس کو راستے سے ہٹاتا ہے۔ اور چپکے سے کچھ کہہ رہا ہے۔ جب میں نے کان لگا کر قریب سے سنا

تو وہ کہہ رہا تھا۔ اے اللہ اس عمل کا ثواب میرے والد کے نامہ اعمال میں لکھ دے اور کبھی میرے والدہ کے اعمال نامہ میں لکھ دے۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ کہ مجھے افسوس ہوا کہ لوگوں کو حدیث پڑھاتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کی طرف ہم خیال نہیں کرتے۔

یہ باتیں تو درس سے پہلے کی ہیں۔ جب درس حدیث شروع کرنا چاہتے ہو تو ابتدائی طور پر "حدیث" کی تعریف کا بیان ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا حدیث کی تحقیق کی جائے۔

حدیث کی اصطلاحی تعریف میں محدثین، فقہاء اور صوفیاء کی آراء!

اصطلاحی تعریف میں محدثین، فقہاء اور صوفیاء کی آراء مختلف ہیں۔ محدثین چار چیزوں کو حدیث کہتے ہیں۔

(۱) اقوال رسول (۲) افعال رسول (۳) احوال رسول (۴) تقریرات رسول

﴿التقریر هو ترک الانکار من النبی ﷺ علیٰ فعل احد من الصحابة بمحضر منه﴾

فقہاء فرماتے ہیں۔ کہ حدیث اقوال اور افعال رسول اللہ سے عبارت ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں۔ احوال رسول اللہ کا نام حدیث ہے۔ جس کی وجہ سے ظاہر اور باطن کی اصلاح ہو سکے۔ اصطلاحات اور اغراض کی وجہ سے ان تینوں سے مختلف تعریفات منقول ہیں۔

حدیث کی اقسام:

پھر حدیث کی تقسیم کا مرحلہ ہے۔ (۱) تقسیم باعتبار عدد الرواۃ۔ پھر اس کی قسمیں آحاد اور متواتر ہیں۔ آحاد کی پھر تین قسمیں ہیں۔ غریب۔ عزیز اور مشہور

متواتر کی پھر چار قسمیں ہیں۔ (۱) متواتر بالاسناد (۲) متواتر بالطبقہ

(۳) متواتر بالتعامل (۴) متواتر با القدر المشترک

اس تقسیم سے فائدہ یہ ہوگا کہ محدثین کی اصطلاح میں بہت سی احادیث ضعیف ہوں گی۔ جبکہ فقہاء کرام اس کو متواتر کہیں گے۔ مثلاً "لا وصیة لوارث" تمام محدثین کے نزدیک

ضعیف ہے۔ اور فقہاء کرام اس کو متواتر عملی کہتے ہیں۔ اس وجہ سے کتاب اللہ کی تخصیص ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں (من بعد وصیة یوصی بها او دین) کے ساتھ کوئی قید نہیں لگائی ہے۔ کہ کس کے لئے وصیت درست ہے۔ اور کس کے لئے درست نہیں۔ لیکن تمام فقہاء اس پر متفق ہیں۔ کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔

(۲) تقسیم باعتبار وصف الرواۃ۔ یہ حدیث مقبول ہوگی یا مردود۔ اگر رواۃ میں وہ اوصاف ہوں۔ جو محدثین کے ہاں معتبر ہیں۔ تو وہ حدیث مقبول ہوگی۔ اور اگر مطلوبہ صفات راویوں میں نہیں ہیں۔ تو وہ مردود ہے۔

المقبول ما ترجح جانب قبوله – المردود ما ترجح جانب الا خر –

قبول کے لئے راوی میں چار شرائط ہیں۔ اسلام، عدل، عقل، ضبط۔ جبکہ روایت میں بھی چار شرائط ہیں۔

(۱) کتاب اللہ کے مخالف نہیں ہوگی (۲) سنت متواترہ کے مخالف نہیں ہوگی (۳) ایسی روایت نہیں ہوگی جس میں عموم بلوی ہو اور اس کا راوی ایک شخص ہو مثلاً حدیث بسرہ "من مس ذکرہ فلیتوضا" مقبول نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق عموم بلوی سے ہے۔ اور اس پر ایک راوی کا تفرد ہے۔ اس وجہ سے ہمارے احناف نے اس حدیث کو قابل حجت قرار نہیں دیا ہے۔

(۴) حدیث کا تعلق اس واقعہ کے ساتھ نہ ہو۔ جس میں صحابہ کرام مختلف ہوں اور اس اختلاف کے وقت کسی نے حجت کے طور پر پیش نہیں کی ہو۔ مثلاً شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ کو وصیت ہوئی ہے۔ کہ آپ خلیفۃ الرسول ہونگے۔ اور آیت "الیوم اکملت لکم دینکم ...الآیة" غدیر خم میں نازل ہوئی ہے۔ تو وہاں پیغمبر علیہ السلام نے اعلان فرمایا ہے۔

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللهم وال من والاہ وعاد من عاداہ"

اس میں خلافت کی وصیت کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ کیونکہ مولیٰ کے کئی معانی ہیں۔ دوست، محب، مبارک آدمی، معتق (بالکسر) اور معتق (بالفتح) تمام پر مولیٰ کا اطلاق ہوتا

ہے۔اگر اس کا معنیٰ وصیت کا ہوتا اور یہ حدیث صحیح ہوتی۔تو پھر دور صدیق اور دور عمر فاروقؓ میں جب ثقیف بنوساعدہ میں صحابہ کرام کا اختلاف ہوا تو کوئی کہہ رہا تھا۔کہ خلیفہ انصار سے ہوگا اور کوئی کہتا تھا-خلیفہ مہاجرین سے ہوگا۔لیکن اس وقت یہ حدیث کسی نے بھی پیش نہیں کی۔اور جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نامزد کیا تب بھی کسی نے یہ حدیث پیش نہیں کی۔پھر جب حضرت عمرؓ شہید کردیئے گئے۔اس سے پہلے آپؓ نے چھ آدمیوں کو نامزد کیا تھا۔کہ ان میں سے کس کو خلیفہ بنایا جائے۔پھر مشورہ ہوا۔تین آدمیوں نے باقی تینوں کو خلیفہ بنانے کا اختیار دیا۔حضرت عثمانؓ،حضرت علیؓ،اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کو حضرت طلحہؓ،حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اختیار دیدیا۔پھر حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ بھی دست بردار ہوئے۔پھر مشورہ سے حضرت عثمانؓ خلافت کے لئے منتخب کئے گئے۔لیکن پھر بھی کسی نے یہ حدیث (من کنت مولاہ ---الحدیث) پیش نہیں کی۔اس سے معلوم ہوتا ہے۔کہ اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں بلکہ یہ جھوٹ ہے۔حسن لذاتہ،حسن لغیرہ،صحیح لذاتہ،صحیح لغیرہ چاروں مقبول حدیث کے اقسام ہیں۔یہ تعارض کے وقت کام آئے گا۔کہ کون سی حدیث راجح ہے۔ترجیح کے مراتب آپ کو معلوم ہونے چاہیئے۔ان کے علاوہ احادیث مردود ہیں۔

مردود کی قسمیں!

مردود میں سب سے خراب قسم موضوع ہے۔اس کے بعد منکر ہے۔اس کے بعد مرسل خفی،مدلس اور شاذ ہے۔موضوع حدیث کی پہچان ضروری ہے۔اس بارے میں کمزوری زیادہ ہے۔﴿الموضوع ھو المصنوع المختلق المنسوب الیٰ رسول اللہ ﷺ مالم یقل﴾ موضوع روایت کا نقل کرنا جائز نہیں ہاں اگر اس کے ساتھ کہا جائے کہ یہ موضوع اور جھوٹ ہے۔وضع کے اسباب جاننا ضروری ہے۔اس کے کئی اسباب ہیں۔

(۱) **متعصبین مذاہب**۔اپنے مذہب کے اثبات اور مخالف مذہب کے ابطال کے لئے حدیث گھڑتے ہیں۔جس طرح بعض احناف نے حدیث نقل کی ہے۔

﴿یکون فی امتی رجل یقال لہ ابو حنیفہ ھو سراج امتی﴾

الحمدللہ امام ابوحنیفہ کے کمالات زیادہ ہیں۔لیکن پھر بھی ایسے جھوٹ کی کیا ضرورت ہے۔علامہ شامیؒ نے خطبہ میں لکھا ہے۔کہ یہ حدیث ہے۔اگر چہ ابن جوزیؒ نے ضعیف لکھا ہے۔جب ابن جوزیؒ نے تضعیف کی تو اس کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ابن جوزیؒ محدث ہیں ان کا قول معتبر ہے۔اسی طرح امام شافعیؒ کے بارے میں بھی شوافع نے حدیث گھڑلی ہے۔کہ

﴿یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس ھو اضر من امتی علیٰ ابلیس﴾

قضا عمری کی حدیث بھی صحیح نہیں۔کیونکہ یہ حدیث شریعت کے اصول کے خلاف ہے۔جس سے نماز قضا ہو جائے۔تو وہ رمضان کا انتظار کرے گا۔شریعت کہتی ہے۔کہ جونہی نماز قضا ہو جائے جلدی ادا کرنا چاہیئے۔**﴿من نام عن صلوۃ او نسیھا فلیصلھا اذا ذکرھا فان ذالک وقتھا﴾**

کسی سے ایک نماز قضا ہوئی ہے۔کسی سے دوسری نماز قضا ہوئی ہے۔پھر جمع کس طرح درست ہے۔قضا چپکے سے کرنا چاہیئے یا علی اعلان کرنا چاہیئے۔اگر قضا عمری کو جائز قرار دیا جائے تو اس سے بے نمازیوں کیلئے دروازہ کھل جائے گا۔

(۲) صوفیاء بھی کبھی موضوع احادیث لاتے ہیں۔صحیح صوفی جھوٹ نہیں بولتا۔لیکن ان میں یہ ایک کمزوری ہے۔کہ ہر کسی پر حسن ظن رکھتے ہیں۔کسی کی ظاہری حالت دیکھ لیتے ہیں۔تو اس کو سچا سمجھ کر اس سے روایت نقل کرتے ہیں۔چاہے وہ سچ بولے یا جھوٹ۔یہی وجہ ہے۔کہ ابن جوزیؒ صوفیاء کی احادیث کو ترجیح نہیں دیتے ہیں۔اس وجہ سے صوفیاء کی کتابوں میں قابل اعتماد احادیث کم ہوتی ہیں۔اگر احادیث نقل کرنے میں احتیاط سے کام نہ لیا جائے اور ضعیف و موضوع کو بھی حجت قرار دیا جائے گا۔تو اس سے غلط عقائد کو ترویج حاصل ہوگی۔اور من گھڑت واقعات دین کا حصہ شمار کیے جائیں گے۔جیسا کہ جاہل صوفیاء نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق واقعات گھڑلئے ہیں۔اور ان کو خدا کے درجے تک پہنچا دیا ہے۔یہ اپنی جگہ درست ہے۔کہ شیخ عبدالقادر

Scanned with CamScanner

جیلانیؒ ایک بڑی شخصیت تھے۔لیکن غلط واقعات ان کی طرف منسوب کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بدعات اورشرک جاہل صوفیاء کی طرف سے آتے ہیں ۔منکر اورضعیف حدیث پران کا انحصار ہوتا ہے۔﴿لان البدعة کل ما احدث فی الدین مالیس منه بنوع شبهة﴾

مجھ سے کسی نے پوچھا کہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ﴿مَن یستمد فی حیاته یستمد بعد مماته﴾

جس سے زندگی میں امداد طلب کی جاسکتی ہے تو موت کے بعد بھی اس سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ نسبت اس کی طرف درست نہیں، کسی نے جھوٹ باندھا ہے۔

بدعات وغیرہ اچھے نام کے ساتھ آتے ہیں،شیعہ آل رسول کے نام پر ماتم کرتے ہیں بریلی پیغمبر علیہ السلام کا نام لے کر خرافات کہتے ہیں اور باقی بدعتی پیر صاحب کے نام پر گمراہی پھیلاتے ہیں

(۳) قصہ گو اور واعظین بھی احادیث گھڑتے ہیں ۔مثلاً بعض واعظین نقل کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ایک عورت کے پاس کچھ نہیں تھا۔ پیغمبر علیہ السلام نے جب چندے کا اعلان کیا تو اس عورت نے اپنے بال کاٹ کر پیش کئے کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ میرے بال قبول کر لیں۔ ان سے گھوڑے کے لئے رسی بنائی جائے ۔اسی طرح بعض قصہ گو کہتے ہیں کہ ایک عورت نے شیر خوار بچہ پیش کیا تھا۔ کہ اس بچے سے ڈھال کا کام لیا جائے۔ان واقعات کی صحت مشکل ہے۔اس لئے واعظین حضرات غلط واقعات بیان کرنے سے اجتناب کریں۔ہندوستانی علماء احادیث کے معانی، مسائل اور نکات تو بہتر طور پر بیان کرتے ہیں۔لیکن نفس حدیث کی صحت اور ضعف کے بارے میں تحقیق نہیں کرتے ۔سعودی عرب میں ایک عالم نے ”اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم“ حدیث بیان کی،تو ایک عربی عالم نے کہا کہ یہ ضعیف حدیث ہے۔ اس عالم نے میری طرف دیکھا تو میں نے بھی کہا کہ یہ ضعیف ہے۔ہر صحابی کی اقتداء نہیں کی جائے گی ۔مقتدیٰ وہ صحابی ہوگا ۔جس کا عمل جمہور صحابہ کی طرح ہو۔بعض صحابہ

عمل میں شاذ اور متفرد ہیں ۔حضرت ابو ہریرہؓ مشہور صحابی ہیں۔لیکن وضوء میں وہ ہاتھوں کو بغلوں تک اور پاؤں کو پنڈلیوں تک دھوتے تھے۔ یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا تفسیر حج میں ابن عباسؓ کے شاذ اقوال ہیں وہ فرماتے ہیں۔ جب سوق الهدی نہ کیا ہو تو حج کا فسخ کرنا واجب ہے ۔اسی طرح فرماتے ہیں کہ جس نے طواف کیا وہ سعی سے قبل حلال ہے۔ ہر صحابی کا اپنا ایک مقام ہے۔معتمد ہے۔لیکن اتباع اس صحابی کی ہوگی جس کا عمل جمہور صحابہ کے خلاف نہ ہو۔حضرت بریدہ بن حصید اسلمیؓ نے وصیت کی تھی کہ میری قبر میں چھڑیاں رکھو گے۔ہم اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے ۔لیکن عام صحابی کا عمل یہ نہیں ہے۔اگر ایک حدیث کتب حدیث میں موجود ہے۔تو اگر بخاری ومسلم میں حدیث ہے تو ان پر تمام کا اجماع ہے کہ یہ صحیحین ہیں۔تو حدیث پیش کرتے وقت اس کی صحت وضعف کی تحقیق ضروری نہیں۔

علم حدیث کی افادیت!

علم حدیث سے آدمی تمام جہاں میں عالم مانا جاتا ہے۔ ہر مذہب کے علماء احادیث سے بحث کرتے ہیں ۔قرآن متواتر اور ذی الوجوہ ہے۔ اس میں کوئی بحث نہیں کرتے، ہر مذہب کی فقہ الگ ہے۔اس لئے ایک شافعی کو دلیل میں ہم ہدایہ پیش نہیں کرسکتے ۔شافعی المذہب کے ساتھ بحث احادیث میں ہوگی ۔احادیث تمام علوم کے لئے جامع ہے۔اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم تمام جہاں میں عالم ہوں اور ہر جگہ بحث کرسکیں۔تو حدیث میں مہارت حاصل کرو اور یہ تب حاصل ہوگی جب تحقیق اور تخریج کا ملکہ آپ کے پاس ہو۔

کتب حدیث پڑھانے کا طریقہ:

مسئلہ پر بحث کے دوران چند باتوں کی طرف دھیان ضروری ہے۔

(۱) دعویٰ باب:۔باب کا دعویٰ کیا ہے؟ (۲) اس دعویٰ سے مقصد کیا ہے؟ کس کا رد کرتا ہے یا کس لغت کی تحقیق کرتا ہے۔امام بخاریؒ اکثر باطل فرقوں کا رد کرتے ہیں۔ یہ معتزلہ پر رد ہے، یہ متکلمین پر رد ہے۔ جیسے کتاب الرد علی الجهمیه وغیرہم۔

Scanned with CamScanner

(۳) مذاہب علماء:۔اس مسئلہ میں علماء کے کتنے مذاہب ہیں۔

(۴) دلائل علماء کیا ہیں۔

(۵) مذہب منصور کی ترجیح۔

حدیث اس مقصد کے لئے نہیں پڑھنی چاہیے۔ کہ اس سے میں مذہب حنفی کو ثابت کروں۔ بلکہ اپنا حنفی مذہب حدیث کا تابع بناؤ۔ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اپنے مذہب کے لئے صریح حدیث کی تاویل کی جائے۔ اپنے مذہب کے لئے دوسری حدیث پیش کرو۔ صریح حدیث کو کیوں اپنے مذہب کی طرف محض سیاق وسباق کی طرف سے پھیرا جاتا ہے۔ اور اس کو ہم پر ایک طعن کیا جاتا ہے۔ الحمدللہ ہمارا مذہب احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن حدیث کو اس کا تابع بنانا درست نہیں۔ اس وجہ سے ہمارے علماء حضرت شاہ انور شاہ کشمیریؒ سمیت فرماتے ہیں کہ مذہب حنفی میں جب دو تین آراء ہوں تو اس رائے کو اعتبار دو جو اوفق بالسنۃ ہو اگر چہ غیر مشہور قول ہو۔ فقہ کو حدیث اور اسی طرح حدیث کو فقہ پر غالب نہیں کرنا چاہیے کہ ان میں سے ایک کو دوسرے کا تابع بنایا جائے۔ اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ اگر آپ خالص فقیہ بن گئے۔ تو حدیث میں کمزوری ہوگی اور اگر خالص محدث بن گئے۔ تو حدیث پر عمل فقہ کی روشنی میں ہوتا ہے۔ اگر فقاہت کمزور ہوگی تو حدیث پر عمل کرنا مشکل ہوگا۔ کیونکہ صحیح احادیث چار ہزار ہیں۔ گنتی اسناد کے اعتبار سے زیادہ ہے۔ قولی احادیث کم اور فعلی زیادہ ہیں۔ ان سے مسائل کا استنباط فقہاء کا کام ہے۔ کبھی دلالۃ النص اور کبھی اشارۃ النص کے ذریعہ استنباط کیا جاتا ہے۔ کبھی فحوی اور دلیل خطاب سے اثبات کیا جاتا ہے۔ پھر حدیث کی روشنی میں ترجیح دی جاتی ہے۔ جب احادیث موجود ہیں جن کی روشنی میں مسلک ثابت کیا جاسکتا ہے تو خواہ مخواہ محض تاویلات کا سہارا لینا مناسب نہیں ہے۔ الحمدللہ رب العالمین اللھم اجعل جمعنا ھذا جمعاً مغفوراً وسعینا سعیاً مشکوراً وعملنا عملاً مقبولاً ... برحمتک یا ارحم الراحمین۔

پھر شیخ صاحب دامت برکاتہم نے احادیث کی اجازت حاضرین کو مرحمت فرمائی۔

دوران ڈیوٹی غیر متعلقہ کام

سوال۔ حکومتی قوانین کے تحت ڈینٹل سرجنز کو ہسپتال کے اوقات میں پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت نہیں ہوتی۔ جبکہ عملی طور پر دیہات کے ہسپتالوں میں آٹھ دس مریض دانت نکلوانے کے بعد ایک آدھ گھنٹہ میں فارغ کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ مریضوں کا دیگر علاج مثلاً دانتوں کی بھروائی، صفائی، نئے دانت بنوانے وغیرہ کا کام سرکاری اوزار اور سہولیات کے ذریعے اگر نہ ہو سکے اور کچھ ذاتی اوزار اور دوا استعمال ہو جائیں اور علاج کے پیسے لئے جائیں۔ تو یہ کیسے رہے گا؟ مریض چھٹی کے وقت تک انتظار نہیں کر سکتے ہوں اور اپنی مرضی سے فیس دیں۔

مستفتی ڈاکٹر عبدالعزیز ضیاء

الجواب و باالله التوفيق

حسب بیان جب ڈاکٹر حکومت کا باقاعدہ ملازم ہو۔ تو باقاعدہ ملازم (اجیر خاص) مقررہ وقت میں اس کا پابند ہے کہ اپنا وقت کسی دوسرے شخص کے مفادات کے لئے خرچ نہ کرے۔ اس کو تنخواہ بنیادی طور پر وقت کے بدلہ میں دی جاتی ہے۔ بشرطیکہ اس وقت میں فرائض منصبی کا خیال کرتے ہوئے اپنی ڈیوٹی سرانجام دے۔ تاہم اگر مقررہ وقت میں کوئی بیمار میسر نہ ہو۔ پھر بھی مقررہ وقت ڈیوٹی میں گزارنا ملازم کی ذمہ داری ہے۔ ایسی صورت میں کسی شخص کے خارجی علاج کا بوجھ اٹھا کر اس کا معاوضہ حاصل کرنا اپنی ڈیوٹی میں کوتاہی کے مترادف ہے۔ خواہ یہ علاج اپنے اوزار سے کیوں نہ ہو۔ ہاں مقررہ اوقات کے بعد پرائیویٹ کلینک جاری کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

Scanned with CamScanner

والدليل على ذلك

(۱) الاجير الخاص الذى يستحق الاجرة بتسليم نفسه فى المدة وان لم يعمل كمن استوجر شهراً للخدمة اولر عى الغنم وانما سمى اجير واحد لانه لا يمكنه ان يعمل لغيره لان منا فعه فى المدة صارت مستحقا له والاجر مقابل بالمنافع ولهذا يبقى الاجر مستحقا وان نقض العمل (هدايه ۳ / ۳۰۸)

(۲) وهو من يعمل لواحد عملاً موقتا بالتخصيص ويستحق الاجر بتسليم نفسه فى المدة وان لم يعمل كمن استوجر شهرا للخدمة او لرعى الغنم، وان هلك فى المدة نصف الغنم او اكثر فله الاجرة كاملة (ردالمختار ۹۵۱۹)

مخلوق خدا

شرک کے بعد بدترین گناہ مخلوق خدا کو تکلیف پہنچانا ہے۔

اور ایمان کے بعد افضل ترین نیکی مخلوق خدا کو راحت پہنچانا ہے۔

الحدیث

کسب معاش اور گداگری

محمد ثاقب اشرف
معلم درجہ سابعہ

25 اکتوبر 2002ء کی بات ہے۔ شام کا وقت تھا۔۔ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ سرگودھا کے ایک پارک سے ایک ایسے شخص پر گذرا۔ جس کے سامنے انسانی وزن معلوم کرنے والا آلہ پڑا ہوا تھا۔ جو کہ کسی گاہک کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ہمارے لئے کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ کیونکہ عموماً ہم نے ایسے کسب معاش کرنے والوں کو دیکھا تھا لیکن یہاں تو بات ہی کچھ اور تھی۔ ایک ایسی بات ہے کہ ذہن حیران ہے کہ اس کو الفاظ کا جامہ کیسے پہناؤں۔ ایک ایسی حیران کن بات ہے کہ جس کی تعبیر کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ ایک ایسی عظیم بات ہے کہ جس کی تعبیر کیلئے ایوارڈ یافتہ الفاظ ہونے چاہئیں۔ بہر حال ہمت کر کے وہ بات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یقیناً آپ کو بھی حیرانگی ہوگی۔ اور آپ بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوں گے۔

ہوا یوں کہ جب ہم اس کے پاس سے گذرے اور چند قدم آگے بڑھے۔ تو میرے دوست نے مجھ سے کہا۔ لگتا ہے کہ یہ شخص نابینا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ شاید............

واپسی میں آتے ہوئے جب ہم اس کے پاس پہنچے تو میرا دوست اس کے قریب گیا اور اس سے وہی سوال کیا جو تھوڑی دیر پہلے مجھ سے کیا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ واقعی وہ شخص نابینا تھا۔ یہ سنتے ہی میرے دوست نے کچھ روپے اس کے ہاتھ میں رکھے۔ اس نے فوراً ہاتھ پیچھے ہٹا دیا اور کہا کہ میں بغیر مزدوری کے پیسے نہیں لیتا۔ تو میرے دوست نے اس سے کہا چلو میرا وزن کر لیجئے۔ اس نے بڑی مہارت کے ساتھ اس کا وزن معلوم کیا اور اس کو بتایا۔ پھر کہنے لگا ہاں اب لاؤ۔ میرے دوست نے اس کی مزدوری اس کے حوالے کی۔ اور ہم دونوں اسے چھوڑ کر آگے کی طرف بڑھے۔ ابھی مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ہائے کاش ہم اس کے پاس بیٹھتے اور اس سے کچھ سوالات

Scanned with CamScanner

کرتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوسکا۔

ہاتھ کی کمائی اور گداگری ۔ اس واقعے سے میرے ذہن میں دو باتیں آتی ہیں۔ (۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سے اس شخص کا جذبہ کسب معاش معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص باوجود اتنے بڑے عذر کے (کہ آنکھوں کی دولت سے محروم ہے) پھر بھی مزدوری کے لئے بیٹھا ہوا ہے۔ اور حلال کمائی کا اس پر ایسا جنون سوار ہے کہ کسی سے بغیر مزدوری کے پیسے بھی قبول نہیں کرتا۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس واقعے سے ان لوگوں کی طرف ذہن جاتا ہے۔ جن لوگوں نے گداگری (دوسروں سے مانگ کر کھانے) کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ حالانکہ ان کے ہاتھ، پاؤں اور آنکھیں سلامت ہوتی ہیں۔ جب ایک ایسا نابینا شخص اتنے بڑے عذر کے باوجود گداگری سے پرہیز کرکے اپنے ہاتھ سے کمائی کرسکتا ہے تو اس کے مقابلے میں وہ شخص جس کے تمام اعضاء سلامت ہوں وہ بھی ہمت کرکے بہت کچھ کرسکتا ہے۔ شعر کہتا ہے۔

اگر ہمت کرے تو پھر کیا نہیں انسان کے بس میں
یہ ہے کم ہمتی جو بے بسی معلوم ہوتی ہے

اسلام میں گداگری کا تصور ۔ اسلام نے معاشرے کے کمزور افراد کو کھڑا کرنے کے لئے اگر ایک طرف مالدار لوگوں پر سالانہ زکوۃ، عشر، اور صدقہ، فطر واجب کیا ہے اور ادا نہ کرنے کی صورت میں سخت وعیدیں بھی سنائیں اور ساتھ ہی نفلی صدقات کی ترغیب اور فضائل بھی سنائے کہ اگر تم ایک خرچ کروگے تو اس کے بدلے سات سو ملیں گے۔ یہ ضائع نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ محفوظ رہیں گے۔ یہ سب کچھ اس لئے تاکہ معاشرے کے کمزور افراد کو اپنے پاؤں پر کھڑا کیا جائے اور ان کے لئے کسب معاش میں کچھ مشکلات پیش نہ آئیں۔

تصویر کا دوسرا رخ ۔ لیکن پہلے ہی اسلام دوسری طرف معاشرے کے ان کمزور افراد

اپنے ہاتھ سے کمائی کی ترغیب بھی دیتا ہے اور ساتھ ہی دوسروں سے مانگنے سے بھی منع کیا۔ اور ویسے بھی عقلاً دوسروں سے مانگنا عیب نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہوسکتی ہے کہ مالداروں کو خفیہ دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ایک تو ان کا اخلاص برقرار رہے گا۔ اور دوسرا جن غریبوں کو دے رہا ہے ان کو بھی لیتے ہوئے عار محسوس نہیں ہوگی۔

بہرحال اسلام نے اپنے ہاتھ کی کمائی کی ترغیب زیادہ دی ہے۔ آپؐ نے کسب کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا دوست قرار دیا۔ آپؐ نے مزدور کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور ساتھ ہی آپؐ نے فرمایا ﴿مزدور کے پسینہ سوکھنے سے پہلے اس کی مزدوری اس کو دو﴾

آپؐ نے خود بکریاں چرا کر گزر اوقات کرکے عملی طور پر خود کمانے کی ترغیب دلائی۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تاکہ معاشرے کے کمزور افراد اپنے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ نہ جائیں۔ کہ بس خیرات و صدقات ملتی رہیں گی اور دوسروں سے مانگتے رہیں گے۔ اور خود کچھ بھی نہیں کرنا۔ ایسے حالات میں معاشرہ معاشی طور پر کبھی بھی اپنے پاؤں پہ کھڑا نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دونوں طرف ترغیب دلائی کہ کمزور افراد خود بھی اپنی محنت کرتے رہیں۔ کسی کے انتظار میں نہ بیٹھیں اور مالداروں کو بھی ترغیب دی کہ زکوۃ اور صدقات واجبہ سے بڑھ کر دے تاکہ ان کمزور افراد کو سوال کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ معاشرہ بھی معاشی لحاظ سے ترقی کرتا رہے گا۔ اور گداگری جیسے پیشے سے نجات بھی ملے گی۔

لیکن ہائے افسوس ۔ کہ آج کل مسلمان اس پہلو سے بالکل غافل نظر آرہے ہیں۔ ایک طرف مالدار لوگ عیش پرستیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور دوسری طرف غریب لوگوں میں خود اعتمادی ہی ختم ہوگئی ہے کہ وہ خود محنت کرے۔ بلکہ وہ دوسروں کے اعتماد پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے دن بدن مسلم معاشرے کی معیشت گرتی چلی جارہی ہے۔

یہ کوئی خیالی پلاؤ نہیں ۔ بلکہ آپ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیجئے کہ مسلمانوں پر ایسے ادوار

Scanned with CamScanner

بھی گذرے ہیں کہ زکوۃ دینے والے تو ہوتے لیکن ان کو کوئی زکوۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ یعنی امت
کے اسی اصول پر عمل کرنے کی وجہ سے ان کی معیشت اتنی مضبوط ہوگئی تھی۔ اتنی ترقی انہوں نے
رکھی تھی کہ گداگری تو ایک طرف کوئی زکوۃ کا مستحق بھی نہیں ملتا تھا۔ (اللہ اکبر کبیرہ)

اسلام میں گداگری کی ممانعت ۔ ویسے تو آپؐ کے ارشادات اس بارے میں
بہت زیادہ ہیں۔ لیکن یہاں چند پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ (۱) ایک شخص آپؐ کے پاس آیا۔
سوال کیا تو آپؐ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اس نے جواب میں
کہا۔ کیوں نہیں۔ ایک کمبل ہے اور ایک پینے کے لئے پیالہ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا وہ دونوں
(لاؤ) لے آؤ۔ چنانچہ جب وہ لے آیا تو آپؐ نے وہ دونوں چیزیں دو درہم میں فروخت کر
دیں۔ اور اس شخص کو کہا کہ ایک سے اپنے گھر والوں کے لئے کھانا خرید لو۔ اور دوسرے سے
خریدو۔ اور جنگل سے لکڑیاں لاکر فروخت کیا کرو۔ جب وہ شخص پندرہ دن بعد آیا۔ تو اس کے
پاس دس درہم جمع ہوگئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایسا کرنا اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت کے دن
سوال کا داغ اپنے چہرے پر لے کر آؤ۔ (بحوالہ قراۃ الراشدۃ ابوالحسنؒ ندوی)

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ نہ صرف آپؐ نے اس کو سوال کرنے سے روکا۔ بلکہ اس کو
اپنے پاؤں پر بھی کھڑا کیا۔ (۲) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سوال کا دروازہ کھولتا ہے۔ اللہ
تعالیٰ شانہ اس پر دنیا اور آخرت میں فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ (فضائل صدقات حصہ اول)
(۳) ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص مال کی زیادتی کی نیت سے سوال کا دروازہ کھولتا ہے
اس کی وجہ سے اس کی کمی بڑھتی جاتی ہے۔ یعنی حاجتیں بڑھتی جائیں گی۔ (فضائل صدقات حصہ
دوم) ابھی جن لوگوں نے گداگری کو بطور پیشہ اپنا رکھا ہے۔ وہ آپؐ کے ان ارشادات کو
پڑھے۔ لیکن انہیں کہاں فرصت یا کیا سمجھ۔ اس لئے دوسرے مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ ان کو
طریقے سے سمجھائے۔

اسلام میں سوال کرنا شرعاً کب جائز ہے؟ آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ سوال
کرنا تین آدمیوں کے لئے جائز ہے۔ (۱) ایک وہ شخص جس نے کوئی بوجھ، ضمان وغیرہ اپنے ذمہ
رکھ لیا ہو اس کو جائز ہے کہ اتنی مقدار سوال کرے اور پھر رک جائے۔ اس سے زیادہ سوال کا حق
نہیں۔ (۲) دوسرا وہ شخص جس کو کوئی حادثہ پیش آئے جس سے سارا مال تباہ ہو جائے تو اس کو جائز
ہے۔ کہ اتنی مقدار میں سوال کرے۔ جس سے زندگی کا بسر ہو سکے (۳) وہ شخص جس کو فاقے
گذرنے لگیں۔ حتی کہ تین آدمی اس کی قوم کے کہنے لگیں کہ اس کو فاقہ ہونے لگا تو اس کو بھی اتنی
مقدار سوال کر لینا جائز ہے۔ جس سے زندگی کا سہارا ہو جائے۔ ان تینوں کے علاوہ جو شخص سوال
کرتا ہے۔ وہ حرام مال کھاتا ہے۔ (فضائل صدقات للشیخ زکریاؒ)

سوچنے کی بات ہے۔ ابھی ہر ایک اپنے گریبان میں جھانکے کہ وہ ان تین آدمیوں میں
ے ہے یا نہیں۔ آج کل تو ہر ایک مال زیادہ کرنے کی نیت سے سوال کرتا ہے اور یہ ایک پیشہ بن
چکا ہے اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ نوجوان لڑکیوں کو بھی اس پیشے پر لگایا گیا۔ جس کی وجہ سے
اخلاقی خرابیاں پھیل رہی ہیں۔ اور بہت سے لوگ تو ایسی وضع قطع اختیار کرتے ہیں جس سے وہ
دوسرے لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ سوال کرنے کے اصل مستحقین ہیں۔ اور بہت سے
وردے تو بچوں کو پکڑ کر ان کے ہاتھ پاؤں مفلوج کر دیتے ہیں۔ اور پھر ان کو سوال کرنے پر
لگاتے ہیں۔ مسلمان بتائیں اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ کیا وہ مالدار جن کو عیش پرستی سے فرصت
حاصل نہیں یا وہ عناصر جو آئے دن فحاشی کے نئے نئے دروازے کھول کر مالداروں کو اپنا مال وہاں
صرف کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ یا امت کی وہ مائیں، بہنیں جو آئے دن نئے نئے فیشن کی فکر
میں ہوتی ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے یا وہ حکومتی اہل کار جن کو اپنی مصروفیات سے فرصت ہی نہیں ملتی
۔ جواب آپ پر ہے۔

ان حالات میں علماء کرام کی ذمہ داری ۔ ان حالات میں علماء وطلباء کی یہ ذمہ

Scanned with CamScanner

داری بنتی ہے کہ وہ اپنے خطبات، دروس میں مالداروں کو عیش پرستی سے منع کرے اور ضر
سے زائد مال کو غریبوں میں خرچ کرنے کی ترغیب دے۔مولانا محمد اسلم صاحب شیخ پوری
ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ امت مسلمہ کے جتنے بھی مالدار لوگ ہیں وہ اگر اپنی ضرورت سے
تمام چیزوں کو فروخت کر کے یہ مال غریبوں میں تقسیم کریں تو (۶۰) مسلم ممالک میں کوئی
سوال کرنے والا نہیں رہے گا۔یہی وجہ ہے کہ قرآن نے بھی ضرورت سے زائد مال کو خرچ کر
کی ترغیب دی ہے۔﴿یسئلونک ما ذا ینفقون﴾ صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے خرچ کر
کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالی نے جواب دیا۔﴿قل العفو﴾ کہ آپ کہہ دیجئے کہ ضرورت سے
مال خرچ کیا کرے۔بہر حال علماء کرام اس بات کی ترغیب دے۔دوسری ذمہ داری علماء کرام
یہ بنتی ہے۔(یہ کام ان کے ساتھ تبلیغ والے حضرات بھی کر سکتے ہیں) کہ جب بھی کسی کو
کرنے والے کو دیکھے تو اس کو اچھے طریقے سے منع کرے۔اس کو آپ ﷺ کی فرمائی ہوئی احا
سنائے۔اور اس کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی نہ صرف ترغیب بلکہ تدبیر بھی بتائے۔ہم
کے گھر میں ایک بوڑھی اماں بھیک مانگنے آتی تھی۔جو یہ شکایت کرتی کہ اس کا صرف ایک بیٹا
جس کے دونوں پاؤں معذور ہیں۔تو بندے نے یہ مشورہ دیا کہ اپنے اس بیٹے کو کپڑے سلا
والے کسی درزی کے پاس بٹھاؤ۔تو چلو کچھ نہ کچھ گذر اوقات ہوتی رہے گی۔

دعوت فکر۔آپ اس سے بھی زیادہ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔آپ کے ذہن میں اس سے
زیادہ تدبیریں آ سکتی ہیں۔ہمت کیجئے اللہ تعالی ہماری مدد و نصرت فرمائے گا۔شعر

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

عصر حاضر کے تقاضے اور اہل علم کی ذمہ داریاں

مولانا محمد فاروق غالب

عصر حاضر۔یہ تو ایک مسلم حقیقت ہے کہ دین اسلام انسانیت کو فلاح کا راستہ دکھانے والے ضابطہ حیات کا نام ہے۔کمپیوٹر کے اس دور میں اسلام بالکل اسی طرح راہ دکھاتا ہے۔جس طرح اونٹوں کے زمانے میں یہ مذہب انسانیت کی راہنمائی کرتا تھا۔اسلام کے ابدی اور آفاقی اصول و قواعد جوں کے توں ہیں۔ہاں تشریح و توضیح اور تطبیق و نفاذ کا طریقہ ہر عصر کے تقاضوں اور ہر دور کے حالات کے مطابق مختلف رہا۔اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے نہ کسی نئی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔اور نہ کسی تجدیدی کوشش اور از سر نو ترجیحات کی تعیین کی گنجائش ہے۔لہذا خیر خواہان امت کا یہی فریضہ اور ذمہ داری ہے کہ وہ دینی عقائد، احکام، اعمال اور آداب پر عمل کر کے امت کو اس کے لئے تیار کریں۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تغیر پذیر اور ترقی پسند معاشرے میں آئے دن نت نئی ایجادات آ رہی ہیں۔حالات بدل رہے ہیں۔اور اب تو دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔دنوں کا سفر گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کیا جا رہا ہے۔انسان کی جگہ کمپیوٹر نے لے لی ہے۔انفارمیشن ٹیکنالوجی (کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ٹیلی فون) نے دنیا کو ﴿گلوبل ولیج﴾ میں تبدیل کیا ہے۔لہذا ہر دور میں ذمہ داریوں کی نئی فہرست نے مسلمانوں خصوصاً اہل علم کا استقبال کیا ہے۔

ایک دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر قیامت بداماں خطرات سے دوچار ہے۔ان خطرات کی حدت، شدت، گہرائی اور حجم کا

Scanned with CamScanner

اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے- کیوبا کے پنجرے، قلعہ جنگی کے درودیوار، دشت لیلی کی سرزمین، قندہار کے عقوبت خانے اور عراق کا ابوغریب جیل امت مسلمہ کی بے حسی اور بے بسی پر نوحہ کناں ہیں- عصر حاضر کی ظلمت، مسلمانوں کا دینی ضعف، دنیا طلبی، عقائد میں تذبذب اور یہود ونصاریٰ کی خوشہ چینی ایک بڑے بحران کا پیش خیمہ ہے-

ایک غل مچا ہوا ہے کہ مسلم ہے خستہ حال
پوچھے ذرا کوئی کہ مسلمان ہے کہاں ؟

امریکہ کی فریب کارانہ پالیسیاں، برطانیہ کے ناپاک عزائم، اسرائیل کی اندوہناک تاراجی، روسیوں کی بربریت اور مسلط قوتوں کی ساری منصوبہ بندیوں کا ... ہے کہ مسلمان کے لئے اپنے ایمان، نظریے اور تہذیب کی طرف رجوع ممکن نہ ہو ... دگرگوں صورت حال اور اندوہناک ماحول میں اہل علم مندرجہ ذیل ذمہ داریوں کو پورا ... گے- جو حالات کا تقاضہ ہے-

عصر حاضر کے تقاضے اور اہل علم کی ذمہ داریاں

گوکہ آئندہ پہلے چار فرائض اور ذمہ داریاں نبی علیہ السلام کے فرائض ... سے ہیں- لیکن وارثان انبیاء ہونے کے پیش نظر اہل علم ان ذمہ داریوں کو نبھائیں ... بھی واضح رہے کہ یہی ذمہ داریاں (تعلیم الکتاب، تلاوت الایات، تزکیۃ النفوس ... الحکمت) کسی ایک زمانے کا تقاضہ نہیں بلکہ ابتدائے اسلام سے لیکر وقوع قیامت تک نوع انسان ان کا محتاج ہوگا- اور اہل علم اس کی ترویج کے ذمہ دار ہوں گے-

ایمان وعقیدہ کی تبلیغ

مادیت کے اس دور میں مذہب سے وابستگی ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ...

کی اس فضا میں دین اور ایمان کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے- ایمان، عقیدہ اور مذہب وہ چیزیں ہیں- جن سے بیمار معاشرے کی مداوے کی کوئی صورت نکل سکتی ہے- آج چار دانگ عالم میں امت مسلمہ کے حالات کا اگر جائزہ لیا جائے- تو عمومی طور پر دین سے بیزاری کا عالم ہے- مادہ پرستی کے اس بھیانک ماحول میں اہل علم کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو ادا کرتے ہوئے امت مسلمہ کا رشتہ پھر سے مذہب کے ساتھ جوڑ دیں- اور مسلمانوں کو بتائیں کہ دین اور مذہب سے عدم وابستگی اور ایمان وعقیدہ کی ناپختگی کی صورت میں ہماری ہر کوشش بے کار اور ہر سعی لاحاصل ہوگی-

تلاوت الایات، تعلیم الکتاب-

آج مسلمان کا رشتہ قرآن مجید سے استوار نہیں ہے- قرآن پاک جو فلاح ونجاح کا ضامن ہے- اس سے مسلمان اجنبی ہیں- قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر اور اس کے معانی ومفاہیم میں تدبر اور تفکر تو دور کی بات ہے- آج مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ وہ کتاب اللہ کے الفاظ کی ادائیگی بھی صحیح طور پر نہیں کر سکتے- قرآن عظیم سے اجنبیت کی وجہ سے معاشرہ کئی قسم کے بگاڑ کا شکار ہے- قرآن پاک اور عامۃ المسلمین کے مابین موجودہ خلیج کو ختم کرنا عصر حاضر کا تقاضہ اور اہل علم کی ذمہ داری ہے-

تزکیۃ النفوس- مادیت میں آلودہ انسانی نفوس ہر ممنوع چیز کی طرف داعی ہوتے ہیں- عصر حاضر میں دنیاداری اور مادیت سب سے بڑا مسئلہ ہے- انسانی نفوس کو پاک کرکے ان کو توحید کا پجاری، سنت کا داعی اور روحانیت کا خوگر بنانا وقت کا داعیہ ہے- اہل علم کا فرض بنتا ہے کہ وہ امت مسلمہ کو مادہ کے آلائشوں سے پاک وصاف کریں-

Scanned with CamScanner

حکمت وبصیرت-

یہ وہ جوہر ہے جس کی اہمیت اور ضرورت پر قرآن وحدیث ناطق ہیں-قرآن کریم میں بیس سے زائد مقامات پر حکمت کا تذکرہ ہے-

ارشاد باری تعالی ہے-﴿اپنے رب کے راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے﴾-کسی بھی موقع پر پیغمبر علیہ السلام نے حکمت وبصیرت کو نظر انداز نہیں کیا-بے بصیرتی اور جذباتیت کے مظاہرہ سے بسا اوقات امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے-کسی بھی معاملے میں کوتاہ فہمی اور سطحیت مکروہ چیز ہے-معاملہ اور واقعہ کے لوازم وعوارض پر نظر ڈال کر معقول اور مدلل کلام ہی میں اس کا حل ہوتا ہے-اس میں کوئی شک نہیں کہ اس جوہر باصفا سے مسلمانوں کو لیس کرنا وقت کا تقاضا ہے اور اہل علم کی ذمہ داری ہے-کہ وہ اس میدان کو پار کرنے کے لئے منصوبہ بندی کریں-

پختہ اور مضبوط علم-

علمی اسلحہ سے مسلح ہو کر ہی اہل علم اصلاح کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے سکتے ہیں-علم کے بغیر دنیا کے کسی بھی میدان کو سر کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے آپ شعبہ ہائے زندگی کو ذرا خاطر میں لائیے-کہ آخر وہ کون سا شعبہ ہے؟ جہاں بلا علم آدمی بحسن وخوبی چل سکتا ہے-دعوت وارشاد ہو یا درس وتدریس، جہاد کا میدان ہو یا سیاست کی وادی تمام دینی شعبوں میں علم کی اشد ضرورت ہے-علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ عصری فنون سے واقفیت بھی حالات کا تقاضا ہے-زمانہ امت مسلمہ سے ایسے افراد مانگتا ہے جو موجودہ ایجادات اور انکشافات کے ساتھ خام مال کا سا معاملہ کرے-اور اس سے ایک طاقتور تہذیب کی عمارت تعمیر کرے-جو ایک طرف ایمان، اخلاق اور تقوی پر ہو اور

دوسری طرف اس میں قوت، ایجاد اور جدت فکر جلوہ گر ہو-جو مغربی تہذیب کے تمام اجزاء پر نظر ڈالے-جس چیز کو چاہے رد کرے-اور جس چیز کو چاہے اختیار کرے-اور پھر اس سے زندگی کا ایسا ڈھانچہ تیار کرے-جو اس کے عقیدہ اور اخلاق کے ساتھ ہم آہنگ ہو-وقت کا تقاضہ اور علماء کی ذمہ داری ہے-کہ وہ معاشرے کو دینی اور عصری علوم سے مسلح افراد مہیا کریں-

قانون اسلامی کی تدوین جدید

موجودہ دور میں ایسی عالمگیر تحریک کی کمی برابر محسوس کی جارہی ہے-جو جدید طبقہ کا اسلام کے علمی ذخیرہ اور اساسی اصول سے رشتہ قائم کرسکیں-اور جو اس حقیقت کو آشکارا کریں-کہ اسلامی قانون اور فقہ نہایت وسیع اور ترقی پذیر قانون ہے--جس کے لئے قدیم و جدید کی اصطلاح کوئی معنی نہیں رکھتا--جس میں زندگی کے تغیرات وترقیات کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت موجود ہے-اس لئے اس کے تدوین جدید کی ضرورت ہے-جو حالات کا تقاضہ ہے-علامہ اقبال لکھتے ہیں-

﴿میرا عقیدہ ہے کہ جو شخص زمانہ حال کے اصول قانون پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا-وہی اسلام کا مجدد ہوگا-﴾

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ بھی اسی جانب کئی تصانیف میں اشارہ کر چکے ہیں-ظاہر ہے کہ یہ بھی اہل علم کی ذمہ داری ہے-

اسلامی تہذیب وثقافت کی ترویج-

عصر حاضر میں بین الاقوامی طور پر عیسائی اور یہودی لابی اسلام کو ایک تنگ دامن اور دہشت پسند مذہب کے طور پر پیش کرتے ہیں-لہذا کھلے الفاظ اور ٹھوس علمی تعبیر میں ہم

Scanned with CamScanner

یوں کہہ سکتے ہیں- کہ وقت کا تقاضہ ہے کہ عالم اسلام ایک ترقی پذیر اور اسلامی تعلیمات سے لبریز اسلامی معاشرہ تشکیل دیں-جس میں اسلامی طریقہ زندگی کو اپنے تہذیب وثقافت کی ترویج اور نمود کا پورا موقع مل سکے- یہ اہل علم کا فرض منصبی ہے-

عظمت رفتہ کی بحالی-

زمانہ کے تیور کو دیکھتے ہوئے اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے ماحول کو دین کے زیر اثر کر دیں- بین الاقوامی طور پر ایسی فضا بنا دی جائے کہ کسی بھی شخصیت یا حکومت کے لئے امت مسلمہ پر ہاتھ اٹھانے کی بڑی قیمت دینی پڑے- دینی نظام اس قدر حاوی کر دیا جائے کہ اس کی اہمیت پہلے سے بڑھ کر بن جائے-

دیانت دار اور پرعزم قیادت

یہ بات اب صرف کسی صاحب بصیرت پر نہیں بلکہ ہر آدمی پر واضح ہی کہ عصر حاضر ایسی قیادت کا متقاضی ہے-جس میں شخصیت کی دل آویزی کے ساتھ کھلا ہوا علمی تفوق ممتاز دماغی صلاحیت، پراثر روحانیت اور ایسا اخلاص جمع ہو- جو تمام اختلافات سے بالا نظر آئے- مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں-

﴿عالم اسلام کا اس وقت سب سے بڑا خلاء اس قائد اور حوصلہ مند انسان کا فقدان ہے جو مغربی تہذیب کا جرات و اعتماد کے ساتھ سامنا کرے- تہذیب جدید کے مختلف سانچے مختلف مکاتب فکر اور راستوں کے درمیان ایسا راستہ پیدا کرے- جس میں وہ تقلید، تعصب اور انتہا پسندی سے بالاتر نظر آئے- قیادت کے موجودہ بحران سے امت مسلمہ کو نکالنا اہل علم کی ذمہ داری ہے-

حرف آخر

موجودہ فکری ارتداد کے روکنے کا اگر ابھی سے اہتمام نہ کیا گیا تو اس کا حملہ بڑا سخت اور اس کی موجیں تند و تیز ہو کر چلیں گی- اور جب ایسے طوفان ابھرتے اور مچلتے ہیں تو پھر ان کے سامنے نہ عالی شان محل ٹھہر سکتے ہیں- اور نہ پامال جھونپڑیاں- جن جن ممالک میں اہل علم نے مستقبل کے انجام کو چشم بصیرت سے نہ دیکھا- مسلمانوں پر توجہ دینے اور ان کا اعتماد حاصل کرنے میں پہلو تہی کی- تو تاریخ شاہد ہے کہ الحاد و دہریت کے داعیوں نے بڑی آسانی سے انہیں شکار کیا- عصر حاضر میں ملت مرحومہ کی کشتی کو منجدھار سے نکال کر عافیت کے ساتھ کنارے تک پہنچانا وقت کی ایک نازک ترین ذمہ داری ہے- جسے عظمت اسلام کے علمبردار علماء ہی پورا کر سکتے ہیں-

خصلت

تمام بری خصلتوں میں دو سب سے بری ہیں-

(۱) انتہائی کنجوسی

(۲) انتہائی بزدلی

الحدیث

Scanned with CamScanner

مدینہ منورہ کی مشہور مساجد

بابو شفقت قریشی سہام

مسجد اس جگہ کو کہتے ہیں- جہاں مسلمان مل کر بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہوتے ہیں- سب سے پہلی مسجد مکہ معظمہ میں تعمیر ہوئی -- جس کو مسجد الحرام کہتے ہیں- مدینہ منورہ کی مسجد قبلتین میں ظہر کی نماز ادا فرماتے ہوئے حضور کو مسجد الحرام کی طرف رخ پھیر لینے کی وحی آئی تھی - اس کے بعد سے آج تک کرہ ارض کے فرزندان توحید اسی کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں- اسلامی معاشرے میں مسجد کا اولین اور اہم ترین مقصد یہ ہے کہ وہاں اللہ تعالی کی عبادت اور اس کا ذکر کیا جائے - سورہ توبہ آیت نمبر 18 میں ارشاد باری تعالی ہے- ترجمہ- ﴿بے شک اللہ تعالی کی مسجدوں کو وہی شخص آباد رکھ سکتا ہے- جو ایمان لایا اللہ پر اور یوم آخرت پر- اور جس نے نماز قائم کی اور زکوۃ دی اور جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا - اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں- ﴾ عبادت گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرے میں مسجد کو ایک درسگاہ کا مقام بھی حاصل ہے-

مسجد نبوی

اسلام کی سب سے بڑی درسگاہ تھی -- جس میں مسلمانوں کے امور باہمی مشورے سے طے پاتے تھے- اور اس میں کئی بار شوری کے اجلاس بھی منعقد ہوئے تھے- جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں مسجد نبوی میں ہی حضور اکرم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب فرمایا تھا- چاروں خلفاء کا انتخاب اور اعلان بھی مسجد نبوی میں ہی ہوا تھا- آپ قانونی مسائل کا فیصلہ بھی مسجد میں ہی فرمایا کرتے تھے- اور بعد ازاں اکابر قضاۃ نے بھی یہ سلسلہ جاری رکھا -مسجد میں دین اسلام کی دعوت کا مرکز رہی ہیں- یہیں سے مبلغین تربیت حاصل کرکے

لوگوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے- حضرت عمر فاروقؓ نے کوفہ- بصرہ- شام اور مصر کے گورنروں کو ہر شہر میں جامع مسجد تعمیر کر کے نماز جمعہ کی پابندی کرائی - اور دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لئے انتظامات کرنے کے احکامات جاری فرمائے تھے - عہد رسالت میں دوسرے ملکوں کے حاکموں کو خط و کتابت، سرکاری معاملات قلمبند کرنے، وحی کی کتابت اور اہم معاملات مسجد نبوی میں ہی بیٹھ کر تحریر کئے گئے تھے- مسجدیں اسلامی سلطنت کا پایہ تخت تھیں- اور قیادت کا اعلی مرکز تھیں - سورۃ الجن آیت نمبر 18 میں ارشاد باری تعالی ہے- ترجمہ- اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی ہیں پس تم ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو-

مسجد قباء -

اسلام کی سب سے پہلی مسجد جو مسجد الحرام- مسجد نبوی اور مسجد اقصی کے بعد کی تمام مساجد سے زیادہ افضل ہے- اور امتیازی حیثیت حاصل ہے- اس کا نام مسجد قباء ہے- اس کی بنیاد پہلے دن ہی تقوی پر رکھی گئی تھی - اور اسے حضور کے دست مبارک کی پہلی بنیاد ہونے کا فخر حاصل ہے- ہجرت کے موقعہ پر آپ نے چند روز مقام قباء میں عمرو بن عوفؓ کے ہاں قیام فرمایا- اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر مسجد قباء کی تعمیر میں حصہ لیا تھا- آپ ہر ہفتہ کے دن کبھی پیدل کبھی سواری پر مسجد قباء تشریف لے جایا کرتے تھے- حضور کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا - پھر وہ مسجد قباء میں آیا اور اس میں نماز پڑھی- تو اس کو عمرہ کی مانند ثواب ملے گا- حضور کے بعد حضرات شیخین اور دیگر صحابہ کرامؓ کا بھی حضور ہی کی طرح معمول رہا تھا- مختلف ادوار میں اس کی توسیع و مرمت کا کام ہوتا رہا- عمر بن عبدالعزیزؒ، جمال الدین اصفہانی، ناصر قلدون، اشرف برسیائی نے اس طرف خصوصی توجہ دی- شاہ عبدالعزیز سے پہلے جو مسجد موجود تھی- وہ سلطان محمود ثانی اور اس کے بیٹے عبدالمجید نے تعمیر کرائی تھی- مسجد قباء مدینہ منورہ سے تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلے پر وقع ہے- جہاں

Scanned with CamScanner

تک دورویہ خوبصورت سڑک جاتی ہے- خادم حرمین شاہ فہد بن عبدالعزیز نے کثیر رقم خرچ کر کے اس کو توسیع وترقی دی - مسجد کا رقبہ جو پہلے 1333 مربع میٹر تھا- توسیع کے بعد 6000 مربع میٹر ہوگیا- مسجد کی چھت پر 5.30 میٹر کے 56 گنبد اور 12 میٹر قطر کے 6 بڑے گنبد تعمیر کئے گئے- مسجد کے چاروں کونوں پر مینار بنائے گئے- جن کی بلندی 42 میٹر ہے- مسجد کی تعمیر میں خوبصورت سنگ مرمر، قیمتی پتھر اور بجلی اور پانی کا وافر بندوبست کیا گیا- مسجد کو مزید خوبصورت بنانے کے لئے اردگرد سایہ دار درخت لگائے گئے- مسجد سے ملحق لائبریری - امام مسجد، مؤذن، خادم اور چوکیدار کے لئے رہائشی مکانات تعمیر کئے گئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پوری مسجد کو مکمل ائیر کنڈیشنڈ بنا دیا گیا ہے-

مسجد جمعہ -

مسجد جمعہ کو مسجد الوادی مسجد عاتکہ اور مسجد الغیب بھی کہتے ہیں- اس مسجد کا شمار ماثورہ مساجد میں ہوتا ہے- اس کی اہمیت اور افضلیت اس اعتبار سے بھی زیادہ ہے کہ اس میں حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مدینہ منورہ میں پہلا جمعہ ادا فرمایا تھا- آپؐ قباء سے مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے کہ نماز جمعہ کا وقت ہوگیا- یہاں بنو سالم بن عوف آباد تھے- آپؐ نے یہاں نماز جمعہ ادا فرمائی - اس لئے اس کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے- وادی رانونا کی اس مسجد میں حضور پاکؐ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرنے والوں کی تعداد ایک سو بتائی جاتی ہے- یہ مسجد پتھروں سے بنائی گئی تھی-- جس کے اوپر ایک قبہ یا گنبد بھی تھا- آج کل ایک مینار- ایک بڑا اور دو چھوٹے گنبد ہیں - مدینہ منورہ اور مسجد قبا کو ملانے والی سڑک کے مشرق کی طرف واقع ہے- شمال کی جانب ایک چھوٹا سا صحن ہے- مسجد جمعہ کی تعمیر نو اور توسیع وترقی میں حصہ لینے والوں میں عبدالصمد العباسی امیر مدینہ اور شہاب الدین قانونی قابل ذکر ہیں- اس کا طول 30 فٹ اور عرض 24 فٹ ہے- پہلے یہ مسجد کافی نشیب

میں تھی لیکن بعد کی توسیع وترقی سے اب اس کی سطح سڑک کے برابر کردی گئی ہے- اور مسجد جمعہ کو جدید سہولتوں سے آراستہ کردیا گیا ہے-

مسجد قبلتین -

مسجد قبلتین ایک ٹیلہ پر بنائی گئی ہے جو بیرِ عثمان کے قریب واقع ہے- اسی مسجد میں حضورؐ نے دو رکعت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے اور دو رکعت مسجد الحرام کی طرف رخ کر کے ادا فرمائی تھی- اسی وجہ سے اس کو مسجد قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد کہتے ہیں- قبیلہ بنو سلمہ کی ایک خاتون کی بیمار پرسی کے لئے آپؐ تشریف لے گئے کہ ظہر کا وقت ہوگیا- جب آپؐ دو رکعت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے باجماعت ادا کر چکے تو مسجد الحرام کی طرف رخ پھیر لینے کا حکم آ گیا- چنانچہ باقی دو رکعت آپؐ نے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے ادا فرمائی - یہ واقعہ ہجرت کے سترہویں مہینے میں 15 رجب کو پیش آیا تھا- مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کی جاتی رہیں- حضور پاکؐ کی خواہش تھی کہ قبلہ بیت اللہ کو مقرر کیا جائے- چنانچہ آپؐ کی خواہش کے مطابق تحویل قبلہ کا حکم آ گیا- شروع میں یہ مسجد تراشے ہوئے پتھروں سے بنائی گئی تھی- اس کی تجدید اور اصلاح میں دولت عثمانیہ نے گرانقدر حصہ لیا تھا- شاہین الجمالی نے 893ھ میں اس کی تعمیر ومرمت کرائی - سلطان سلیمان العثمانی نے 950 ہجری میں اسے نئے سرے سے تعمیر کرایا- بعدازاں ملک عبدالعزیز آل سعود نے اس کی توسیع وترقی پر بھرپور کام کیا- اس کی ایک محراب بیت اللہ کی طرف اور دوسری مسجد اقصی کی طرف ہوتی تھی- مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ تقریباً 4 کلومیٹر ہے- اور شارع خالد بن ولید پر واقع ہے- خادم حرمین شریفین ملک فہد بن عبدالعزیز نے پہلی مسجد شہید کر کے نئی مسجد تعمیر کرائی - موجودہ مسجد کا کل رقبہ 3920 مربع میٹر ہے- اس کے اوپر دو گنبد بنائے گئے ہیں- جن میں ہر ایک کا

Scanned with CamScanner

قطر 17 اعشاریہ آٹھ میٹر ہے۔ اور اس کی بلندی 18 اعشاریہ آٹھ میٹر ہے۔ موجودہ توسیع
ترقی مسجد قبلتین کی تاریخی مسجد کی تاریخ میں سب سے بڑی توسیع ہے۔

مسجد فتح۔

مسجد فتح کو مسجد احزاب اور مسجد اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔ یہ مسجد جبل سلع کے غربی حصہ پر واقع ہے۔ جو صرف ایک کمرہ پر مشتمل ہے۔ اس مسجد میں حضور پاکؐ نے مسلمانوں کی فتح کے لئے دعائیں فرمائی تھی۔ اور اللہ نے مسلمانوں کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا تھا۔ اس لئے اسے مسجد فتح کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اسی مسجد میں سورہ فتح نازل ہوئی تھی۔ غزوہ خندق کے موقع پر جب 10 ہزار کے لشکر جرار نے مدینہ پر حملہ کیا اور ایک ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ تو نبی اکرمؐ نے تین دن تک مسجد فتح میں سجدہ ریز ہوکر دشمن کی شکست اور مسلمانوں کی فتح ونصرت کے لئے دعائیں مانگیں۔ جنہیں اللہ تعالی نے شرف قبولیت بخشا اور آندھی طوفان کے ذریعہ کفار کو شکست فاش ہوئی۔ پہلے یہ مسجد برآمدہ نما تھی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب اس کی تجدید کرائی تو اس کے اندر تین ستون بھی بنوائے تھی۔ درمیان والے ستون والی جگہ پر حضورؐ نے فتح کے لئے دعا فرمائی تھی۔ مسجد شہید ہو جانے کے بعد امیر سیف الدین حسین بن ابی الہیجاء ۵۷۵ھ مطابق 1179 عیسوی میں اس کی تجدید کرائی تھی۔ اس کی لمبائی 30 فٹ اور چوڑائی 26 فٹ تھی۔ زائرین آج بھی اس کی زیارت اور نوافل ادا کرنے کے لئے اس میں جاتے ہیں۔ تقریباً 70 سیڑھیاں مسجد میں پہنچنے تک چڑھنا پڑتی ہیں۔ اس کے قریب ہی چند دوسری مساجد بھی ہیں جو غزوہ خندق کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ عرف عام میں انہیں خمسہ مساجد کہا جاتا ہے۔ یہ مسجدیں ایک ایک کمرہ پر مشتمل ہیں۔

خمسہ مساجد۔

مسجد فتح کے قریب جنوب کی طرف ایک کمرے والی مسجد کو مسجد سلمان فارسیؓ کہتے

ہیں۔ اس سے تھوڑی دور مسجد ابوبکر صدیقؓ اور اس کے قریب مسجد عمر فاروقؓ ہے۔ مسجد علیؓ تک جانے کے لئے کافی سیڑھیاں چڑھنا پڑتی ہیں۔ اسی کے قریب بغیر چھت کی ایک مسجد کو سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔

مسجد غمامہ۔

مسجد غمامہ کو مسجد مصلی العید بھی کہتے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے یہاں عیدین کی نمازیں ادا فرمائی تھیں۔ حضورؐ نے 2 ہجری میں پہلی دفعہ اس میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں ادا فرمائی تھیں۔ حضرت کثیرؒ جن کا شمار جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے نے یہ جگہ حضرت ولید بن عقبہؓ سے خریدی تھی۔ مدینہ منورہ نے مشہور مورخ جلیل علامہ سمہوری نے لکھا ہے کہ یہاں حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ نے بھی عید کی نمازیں پڑھائی تھیں۔ اس وقت یہاں مسجد تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ کھلی جگہ تھی۔ بعد میں سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے پہلی مرتبہ یہاں مستقل مسجد تعمیر کرائی تھی۔ ۹ صدی ہجری تک اسی مسجد میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی جاتی رہی۔ بعد میں جگہ کی کمی کے باعث مسجد نبویؐ میں عیدین کی نماز پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ 1361ء میں شیخ حرم عز الدین نے سلطان ناصر کے حکم سے اس کی تجدید کی۔ پہلے سلطان عبدالمجید عثمانی نے اس مسجد کی تجدید کرائی۔ اور پھر چودھویں صدی ہجری میں سلطان عبدالحمید خان ثانی نے اس کی تعمیری خدمات سرانجام دیں۔ آخر میں سعودی فرمانرواؤں نے بھی اس میں بہت سی اصلاحات اور ترامیم کرائیں۔ مسجد غمامہ تراشے ہوئے پتھروں سے بنائی گئی ہے۔ دیواریں ڈاٹ نما ہیں۔ چھت کی اونچائی تقریباً 12 میٹر ہے۔ اوپر 6 بلند قبے بنے ہوئی ہیں۔ منبر بے حد خوبصورت ہے۔ شمالی جانب رہائشی حجرہ اور شمالی مغربی کونے میں اونچا مینار ہے۔ لمبائی 26 میٹر اور چوڑائی 13 میٹر ہے۔ پتھر کی دیواریں تقریباً ڈیڑھ میٹر چوڑی ہیں۔ حضورؐ نے اس مسجد میں بارش کے لئے دعا بھی فرمائی

Scanned with CamScanner

تھی-اور نماز استسقاء پڑھتے ہی بادل نمودار ہوئے اور بارش شروع ہوگئی-اس نسبت
اسے مسجد غمامہ (بادل) بھی کہتے ہیں-

مسجد ابوبکر صدیقؓ -

مسجد غمامہ کے شمالی جانب چند میٹر کے فاصلے پر مسجد ابوبکر صدیقؓ ہے-حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عہد خلافت میں یہاں نماز عید ادا فرمائی تھی- یہ مسجد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تعمیر کرائی تھی- اور سلطان محمود عثمانی نے ۱۲۵۴ ہجری میں اس کی تجدید کی- آج کل اس کا ایک مینار اور ایک بہت بڑا قبہ ہے- صحن کی دیوار میں خوبصورت جالیاں لگی ہوئی ہیں- مسجد کا رقبہ ۲۳۸ مربع میٹر ہے-

مسجد عمر بن خطابؓ -

یہ مسجد، مسجد غمامہ سے قبلہ کی طرف اس کے قریب ہی واقع ہے-اس کا ایک مینار اور ایک قبہ ہے- اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں حضورؐ نے بھی عید کی نماز پڑھائی تھی - اور حضرت عمر فاروقؓ نے بھی بعد میں پڑھائی تھی- اسی وجہ سے اس مسجد کو حضرت عمر بن خطابؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے- یہ مسجد سلطان محمود عثمانی نے ۱۲۵۴ھ میں تعمیر کرائی تھی-

مسجد علیؓ -

یہ مسجد بھی مسجد غمامہ اور مسجد ابوبکر صدیقؓ کے بالکل قریب ہے-اس کے حضرت علیؓ سے منسوب ہونے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ انہوں نے اس زمانے میں جب حضرت عثمان غنیؓ محصور تھے- یہاں لوگوں کے ساتھ نماز عید ادا کی تھی- اس کی تعمیر میں حاکم مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۹۱-۹۳ ہجری میں کرائی تھی-- جس کی تجدید بعد میں زین الدین المنصوری نے ۸۸۱ ہجری میں کرائی تھی- آخر میں عہد عثمانی میں اس کی تجدید کی گئی-

مسجد سعودی فرمانروا شاہ فہد بن عبدالعزیز کی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے-

مسجد سقیا-

باب عنبریہ کے قریب ریلوے سٹیشن کی چار دیواری کے اندر یہ مسجد ہوتی تھی- سلطان عبدالحمید عثمانی کے دور میں یہ سٹیشن کی تعمیر کے اندر آ گئی- اب یہاں صرف ایک قبہ دکھائی دیتا ہے- حضورؐ نے غزوہ بدر کے لئے تشریف لے جاتے ہوئے اس مقام پر اہل مدینہ کے لئے دعا فرمائی تھی- اور مدینہ منورہ کو بھی حرم مکہ کی طرح حرم قرار دیا تھا-

مسجد ذوالحلیفہ یا مسجد شجرہ-

یہ مسجد مکہ جدہ روڈ پر مسجد نبوی سے تقریباً 10 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے- یہ مدینہ کی طرف سے مکہ جانے والوں کی میقات ہے- حضور اکرمؐ مدینہ منورہ سے باہر جاتے وقت شجرہ کے راستے سے جاتے اور مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے تھے- اور جب واپس آتے تو مسجد ذوالحلیفہ میں نماز ادا فرماتے تھے- مسجد کے شہید ہو جانے کے بعد ۱۴۱۳ عیسوی میں سعودی حکومت کے خرچ سے قدیم بنیادوں پر تعمیر کی گئی- اور سطح زمین سے کچھ اونچی کر دی گئی- شاہ فہد بن عبدالعزی زنی توسیع و ترقی دیکر اسے اس قدر خوبصورت تعمیر کرائی ہے- ان گنت غسلخانے اور وضو خانے بھی بنوائی- اور داخل ہونے کے لئے خوبصورت زینے بھی بنوائے- زائرین مدینہ کو ان تمام مساجد کی زیارت کرتے وقت ان میں دو دو نفل بھی ادا کرنے چاہئیں-

Scanned with CamScanner

اخبار الجامعہ

مولانا محمد فاروق غالب

چہار نیم ماہی امتحان:

جامعہ عثمانیہ پشاور میں تعلیمی سال کے دوران چھ جائزوں کے علاوہ دو امتحانات ایک چہار نیم ماہی اور دوسرا سالانہ امتحان ہوتا ہے۔ پہلے تین جائزوں کے بعد ربیع الاول کے پہلے ہفتے میں چہار نیم ماہی امتحان کا انعقاد ہوتا ہے۔ اس مرتبہ ۸، ۹، ۱۰ ربیع الاول/۱۸، ۱۹، ۲۰ اپریل کو اس امتحان کا انعقاد کیا گیا۔ ۱۱ ربیع الاول کو شفوی امتحان ہوا۔ جس کے بعد ۱۹ ربیع الاول/۲۹ اپریل تک تعطیلات رہیں۔

حاضری اور افتتاح اسباق:-

جمعہ ۲۹ اپریل کے دن طلبہ کی حاضری ہوئی۔ ۳۰ اپریل سے باقاعدہ اسباق شروع ہوئے۔ اب معمول کی پڑھائی جاری ہے۔ جامعہ کے تمام شعبہ جات (دفتر اہتمام، مالیات، دارالافتاء، ماہنامہ العصر) مصروف عمل ہیں۔

تقریب یوم سرپرستان:-

جامعہ عثمانیہ میں ہر سال ﴿یوم سرپرستان﴾ کے نام سے ایک تقریب منعقد کی جاتی ہے۔ اس کثیر المقاصد تقریب کے منجملہ مقاصد میں سے طلبہ کی صلاحیتوں اور استعداد کو اجاگر کرنا بھی ہے۔ اسی تقریب میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات اور شیلڈز بھی دیے جاتے ہیں۔ امسال ۲۹ مئی کو اس تقریب کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

تقسیم اسناد:-

جامعہ عثمانیہ کے دورہ حدیث کے فضلاء اور تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کے فضلاء کو ابھی تک اسناد نہیں ملیں تھیں۔ مجلس تعلیمی کے فیصلہ کے مطابق امسال تقریب یوم سرپرستان کے موقع پر ان تمام فضلاء کو اسناد اور دستار فضیلت سے نوازا جائے گا۔

تطبیق الایات

اہل قرآن کے لئے ایک انمول تحفہ

قرآن وتفسیر کے ساتھ شوق وذوق رکھنے والوں کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی صاحب کی مذکورہ بالا نام کی ایک اعلی تصنیف طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ جس میں قرآن مجید میں موجود ظاہری متعارض آیات میں قدیم وجدید تفاسیر کے حسین امتزاج سے تطبیق دی گئی ہے۔ جو تمام اساتذہ تفسیر اور طلباء کیلئے یکسر مفید ہے۔

حصول کیلئے درج ذیل پتہ نوٹ کریں۔

شعبہ دارالتصنیف جامعہ عثمانیہ پشاور

Scanned with CamScanner

نام کتاب- جمال محمد

مصنف- مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات-۲۰۶

ناشر- القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

تبصرہ نگار: صالح محمد جدون

اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا فرمایا ہے- اور پھر انسان کو ظاہری شکل وصورت اور باطنی کمالات کے اعتبار سے بھی دیگر تمام مخلوقات پر فوقیت عطا بخشی ہے- ارشاد ربانی ہے-

﴿ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم﴾

ترجمہ- تحقیق ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈالا ہے-

فی نفسہ تو ہر انسان خوبصورت ہے- اس لئے کہ خوبصورت ڈھانچہ میں ڈھلا گیا ہے- لیکن پھر انسان ظاہری شکل وصورت اور باطنی کمالات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کہنا ہی کیا - ایک طرف اگر سیرت کے اعتبار سے ایک کامل اور اکمل ذات اور دنیائے عالم کے لئے ایک نمونہ تھے- تو دوسری طرف ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے بھی یکتا تھے-

تجھے یک نے یک بنایا
تیرے پائے کا نہ پایا

اللہ تعالی نے آپ کو ایک ایسا نمونہ بنایا تھا جو شمائل و خصائل اور ان تمام اوصاف حمیدہ کا ایک مجموعہ

تھا جو کسی انسان کے حسن و جمال کے لئے زینت بنتے ہوں- اور یوں ایک حلیہ مبارک تھا گویا کسی نے اپنی خواہش کے مطابق خود بنایا ہو- اس لئے تو حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں-

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

مصنف نے اپنی اس کتاب ﴿جمال محمد﴾ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام شمائل وخصائل حسن و جمال، انداز گفتار ورفتار، حلیہ مبارکہ، لباس، نشست و برخاست اور قد وقامت کو مختلف احادیث سے یکجا کر کے ایسی ترتیب سے پیش کیا ہے- کہ پڑھنے والے کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا سرور کونین میرے سامنے جلوہ افروز ہیں-

موصوف محترم نے الفاظ کی انتہائی سہل اور دلنشین تشریح کے ساتھ ساتھ لغوی وصرفی تحقیق اور کتب مستندہ کے حوالہ جات سے بھی اپنی کتاب کو مزین کیا ہے- مزید برآں متعارض روایات میں تطبیق کی بھی کوشش کی ہے- اس کے علاوہ کتاب معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی پرکشش ہے- اللہ تعالی موصوف کی اس مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے-

کتاب کا نام: سلام اور اس کے احکام

مؤلف: حضرت مولانا محمد امین دوست صاحب مدظلہ

ضخامت: ۱۵۵ صفحات

ناشر: اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

تبصرہ نگار: مولانا محمد فاروق غالب

دین اسلام نے فرد اور معاشرے کی اصلاح اور ترقی وفلاح کے لئے جو خطوط کھینچے ہیں- اگر ان کا ایک

Scanned with CamScanner

برانڈ ٹریڈ مارک
بنوں
معیار میں اعلیٰ

توابل الادم

سولہ اجزاء کا مجموعہ

بنوں

سالن مصالحہ

مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ،
کالی، دارچینی، جلوتری، الائچی کلاں، امچورہ،
انار دانہ، تیزپتہ، جائفل، لونگ اور ٹماٹر پاؤڈر

تیار کردہ:۔ حاجی مقبول الرحمٰن، شاقیاز خان

گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان

انصاف پسند انسان ان عالمگیر اور آفاقی تعلیمات کا مطالعہ کرے۔ تو اسلام کی حقانیت کے ...
ایک واضح اور بین ثبوت ہوگا۔ ماہ وسال کی گردش ہو یا لیل ونہار اور صبح وشام کے ...
بات، ہر وقت اور ہر حالت میں مسلمان کی طرف اسلام کا کوئی نہ کوئی حکم متوجہ رہتا ہے۔ یہاں ...
کہ نومولود مردے بچے کے ساتھ بھی احکام اسلام متعلق ہیں۔

انسان جب معاشرے میں رہتا ہے۔ تو اس پر چند ذمہ داریاں آتی ہیں۔ ان ...
چیزوں کا خیال رکھنا ہوگا۔ تب جا کر اس کی اپنی زندگی بھی خوش گوار گزرے گی۔ اور یہ ...
کے لئے سایہ رحمت بنے گا۔ ان منجملہ امور میں "سلام مسنون" بھی ہے۔ جس طرح دنیا کی ...
اقوام اور مذاہب کا آپس میں ملاقات کا ایک خاص طریقہ ہوتا ہے۔ اسی طرح دین اسلام ...
اپنے ماننے والوں سے یہی تقاضہ کرتا ہے۔ کہ جب مسلمان آپس میں ملاقات کریں۔ تو ...
علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" سے گفتگو اور ملاقات کا آغاز کریں۔ اس جملے نے اپنے دامن میں ...
وبرکت کو سمیٹا ہے؟ مختصر الفاظ اور وسیع مفہوم پر مشتمل اس جملہ کے ذریعے ایک مسلمان ...
وثواب کا مستحق بن جاتا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے اس پر انسان مطلع ہوجائے گا۔

زیر تبصرہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سلام، مصافحہ، معانقہ اور استیذان کے ...
بیان کئے گئے ہیں۔

کتاب کی طباعت اچھی اور جلد بندی مضبوط ہے۔ البتہ کمپوزنگ میں سلیقہ مندی کی ...
ہے۔ امید ہے آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کا ازالہ کیا جائے گا۔ اسلامی ذخیرہ میں اس ...
اضافہ معاشرتی زندگی کو سنوارنے کے لئے ایک احسن اقدام ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ...
مؤلف اور اس کی کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

Scanned with CamScanner